رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۳۵

قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَاءُ ط وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ

ظلمتیں کافور ہو جائینگی اکدن دیکھنا ۔ عَسٰٓی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ۔ میں بھی اک نورانی چہرہ کے پردوں میں ہوں

الفضل

دنیا میں ایک نبی آیا پر دنیا نے اسکو قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اسکی سچائی ظاہر کر دے گا ۔ (الہام حضرت مسیح موعودؑ)

چندہ مقامی خریداروں سے ساڑھے چار روپے

مضامین بنام ایڈیٹر اور باقی تمام خط و کتابت مینیجر الفضل قادیان ضلع گورداسپور کے پتہ پر ہو

چندہ غیر ممالک کے ۔ ۷ روپے

آخری زمانہ میں ایک رسول کا مبعوث ہونا ظاہر ہوتا ہے اور وہی مسیح موعود ہے ۔ (حقیقۃ الوحی ۶۵)

الفضل ہفتہ میں دوبار شائع ہوتا ہے

جلد ۳ ۔ ۱۸ جون ۱۹۱۶ء ۔ شنبہ ۔ مطابق شعبان ۱۳۳۴ھ ۔ نمبر ۱۲۰

مدینۃ المسیح (علیہ السلام)

حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ کی طبیعت گذشتہ دنوں میں کسی قدر ناساز رہی ہے لیکن اب خدا کے فضل سے آرام ہے درس و نماز ہوتا ہے ۔ (۲) ۱۵ تاریخ کو تھوڑی دیر خوب زور سے بارش برسی ۔ (۳) لودھی ننگل ضلع گورداسپور میں بہ تقریب احمدیہ جلسہ قاضی سید امیر حسین صاحب حافظ جمال احمد صاحب مولوی عبید اللہ صاحب بھیجے گئے ہیں ۔ (۴) منارۃ المسیح کی بالائی دو منزلوں پر سفیدی ہو چکی ہے ۔ اور کام شروع ہے ابھی روشنی اور گھڑی کا انتظام کیا جانا باقی ہے ۔ جس کے لئے روپیہ کی سخت ضرورت ہے ۔ احباب کو اس طرف خاص طور پر توجہ کرنی چاہیئے ۔ (۵) قادیان کی بابرکت زمین پر تعمیر مکانات کا کام نہایت سرعت سے شروع ہے خدا تعالیٰ مالکان کو

اخبار احمدیہ

ضلع شولاپور سے سردار خان صاحب جو بغرض تجارت گئے ہوئے ہیں ۔ لکھتے ہیں ۔ کہ مسٹر تلک احمد نگر سے لیکچر دیکر پونہ جا رہا تھا ۔ میرے دل میں خیال آیا کہ احکم الحاکمین کی کتاب اسے دی جائے ۔ دعا کے بعد نمونہ انگریزی ترجمۃ القرآن دیا گیا ۔ تھوڑا سا دیکھ کر کہنے لگا ۔ کیا آپ اس کے ایڈیٹر ہیں ۔ میں نے کہا نہیں پھر پوچھنے لگا آپکے پاس یہ کہاں سے آیا ۔ میں نے کہا میں حضرت مرزا غلام احمدؑ کا مرید ہوں اور میرا وعدہ دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا ہے ۔ اس واسطے میں نے قرآن کریم کا پہلا پارہ برائے فروخت منگوایا ہے تاکہ اسطرح ثواب حاصل کروں ۔ میرے اس کہنے پر مرہٹی زبان میں حضرت مسیح موعودؑ کے متعلق گفتگو کرنے لگا اسی میں خوب سمجھتا تھا ۔ ہماری جماعت کی ترقی کی تعریف کرتا رہا ؛

برہمن بڑیہ ۔ مولوی سید محمد عبد الواحد صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ اس ہفتہ برہمن بڑیہ کے قریب کا دتلی نام ایک گاؤں میں ایک مجلس وعظ کی منعقد کی گئی ۔ جس میں بہت سے غیر احمدی سامع بھی تھے ۔ خاتمہ وعظ پر دو آدمی داخل سلسلہ ہوئے ۔ ۱۰ مئی میں ۱۰ آدمی نئے احمدی ہوئے ہیں ۔ مذکورہ بالا گاؤں میں اور بھی کئی آدمی داخل سلسلہ ہونے کے لئے تیار ہیں ۔ اللہ تعالیٰ انہیں جلد توفیق دے ۔ اس طرف بسبب خشک سالی قحط پڑا ہوا ہے اس فصل کی بھی نصف زراعت ضائع ہو چکی ہے ۔ اب بھی اگر بارش ہو جائے ۔ تو باقیماندہ فصل ہو سکتی ہے ؛

میدان جنگ سے اخویم عبد الرحمان صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ میرا بھائی سار محمد زخمی ہو کر ہسپتال میں پڑا ہے ۔ اس کے تازہ خط سے معلوم ہوتا ہے کہ دو تین دفعہ سخت اپریشن ہو چکا ہے لیکن ابھی تک زخم سے گولی نہیں نکل سکی ۔ اس لئے حالت خطرناک ہے

(باہتمام شیخ عبد الرحمن صاحب قادیانی پرنٹر و پبلشر ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپا)

کوہاٹ میں تبلیغ

خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے سرحدی علاقہ میں بھی تبلیغ کا کام کرنے والے اصحاب میسر فرما دیئے ہیں برادر نیک محمد صاحب افغان جو ایک جوان اور صالح احمدی تھے۔ اور تحصیل علم اور شوق دار الامان کی وجہ سے ایک عرصہ قادیان میں رہے ہیں۔ آج کل کوہاٹ میں ہیں۔ جہاں انہوں نے تبلیغ کا سلسلہ شروع کر دیا ہے۔ اور خدا کے فضل سے آثار بتلاتے ہیں۔ کہ بہت مفید ہوگا۔ وہ اپنے تازہ خط میں لکھتے ہیں۔ کہ ہمارے یہاں سکونت پذیر ہونے کی وجہ سے ساکنان سرحد بیدار ہوتے جاتے اور احمدیت کے متعلق تجسس اور تحقیق کرنے لگ گئے ہیں۔ اور کئی دفعہ مباحثہ اور مناظرہ تک نوبت پہنچ چکی ہے۔ اور ہر روز بلا ناغہ فہیم اور عقلمند اصحاب حسن ظنی کے ساتھ ہمارے پاس آکر بیٹھتے۔ اور ہماری باتیں سنتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ ہمارا خیال تھا۔ کہ کابل میں صرف مولوی عبد اللطیف صاحب شہید ہی حضرت مرزا صاحب کے مصدق تھے۔ ان کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے۔ لیکن اب جبکہ ہمیں یہ معلوم ہو گیا ہے۔ کہ اور بھی بہت سے لوگ ہیں۔ تو ہمارا فرض ہے۔ کہ مرزا صاحب کی حقیقت سے پوری پوری واقفیت حاصل کریں۔ چنانچہ ایسے ہی شوقین لوگوں کی تحریک سے ۱۰ تاریخ کو منادی کرائی گئی۔ کہ جمعہ کے روز جامع مسجد میں احمد آخر الزمان کا مژدہ سننے کے لئے لوگوں کو جمع ہونا چاہیئے۔ مقررہ وقت پر جب ہم مسجد میں آئے تو تقریباً دو ہزار آدمیوں کا مجمع ہمارا منتظر بیٹھا تھا انتظام کے لئے خدا کے فضل سے انسپکٹر صاحب پولیس مع چند سپاہیوں کے موجود تھے۔ جنہوں نے از اول تا آخر نہایت عمدگی اور خوش اسلوبی سے امن و امان قائم رکھا ایک بجے سے لیکر ۳ بجے تک مناظرہ ہوتا رہا۔ مخالفین کی طرف سے مولوی عبد الجبار و مولوی فضل عالم صاحبان [illegible] تھے۔ ابتدائی تقریر ہماری رکھی گئی تھی۔ خدا کے فضل اور اس کی توفیق سے حاضرین کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ کی حقیقت سے آگاہ کیا گیا۔ ہماری تقریر سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا موسم بہار کی بارش خشک اور ویران رسیدہ زمین پر پڑ رہی ہے تمام حاضرین محو حیرت نظر آتے تھے۔ عقلمند احباب نے گذشتہ گستاخی سے جو ان سے لاعلمی کی وجہ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شان مبارک میں ہوئی۔ توبہ کی اور آئندہ کے لئے عہد کیا۔ کہ یہ بات قابل غور و فکر ہے۔ نہ کہ رو گردانی کے لئے۔

اس کے بعد جب ان کی طرف سے مولوی صاحب نے تقریر شروع کی۔ تو اس سے کسی کی تسلی اور اطمینان نہ ہوا اور لوگ زیادہ متنفر ہو گئے۔ اور اپنے مولویوں کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگے۔ کہ ہمیں خوب معلوم ہو گیا ہے کہ تمہارے ہاتھ میں سوائے جھوٹ اور کذب کے اور کچھ نہیں ہے۔ خدا کے فضل سے ہمیں اس مناظرہ میں بہت بڑی کامیابی ہوئی ہے۔ اب یہ قرار پایا ہے کہ ایک تاریخ مقرر ہو۔ حضرت مسیح موعود کے دعویٰ نبوت کو معیار نبوت پر راست ثابت کیا جائے اس کے علاوہ وہ لوگ دیگر تمام اختلافات سے دست بردار ہو گئے ہیں۔ خدا تعالیٰ اس میں بھی کامیاب کرے ٭

دین فروش

ایک گمنام شخص ترنتارن ضلع امرتسر سے حضرت خلیفۃ المسیح کی خدمت میں لکھتا ہے۔ کہ میری خواہش ہے۔ کہ میں عربی علم بعد انگریزی کے پڑھوں لیکن اس وقت تک مجھے مسلمانوں میں سے کوئی ایسا فیاض نہیں ملا۔ جو مجھے چالیس روپیہ ماہوار دیکر اور علم کا بار سر پہ اٹھا کر پڑھا دے۔ اگر مجھکو معلوم ہو جائے کہ اسلام میں ایک شخص بھی ایسا نہیں ہے۔ کہ مجھکو مدد دے سکے۔ تو لاچار مشن انگریزی کی طرف رجوع کروں گا یہ لکھکر وہ اس بات کا متمنی ہے۔ کہ مجھے بلا لیا جائے لیکن اس نادان کو معلوم نہیں۔ کہ خدا کو ایسے لوگوں کی پرواہ نہیں۔ جو پیسوں کی خاطر اپنا مذہب ہاتھ پہ رکھے پھرتے ہیں۔ اور نہ ہی ایسے لوگ خدا تعالیٰ کے سچے سلسلہ اور پاک جماعت میں داخل ہو سکتے ہیں۔ جماعت احمدیہ جو خدائی سلسلہ ہے اس میں داخل ہونے والوں سے تو یہ عہد لیا جاتا ہے۔ کہ خدا کے لئے جان مال عزت اور جو کچھ بھی قربان کرنا پڑیگا۔ کیا جائیگا۔ پھر اس میں ایسے زر طلب۔ اور دین فروش لوگوں کا کہاں داخلہ ہو سکتا ہے۔ کاش اس شخص کو اوروں کی بجائے خدا پہ بھروسہ ہوتا۔ تو ایسی ذلت کی حالت میں نہ ہوتا۔ بہر حال حضرت خلیفۃ المسیح کی طرف سے جو نہایت مختصر جواب اسے لکھا گیا۔ وہ عرق خجالت میں غرق ہونے کے لئے اس کو کافی ہوگا۔ حضور نے لکھوا دیا۔ کہ "اسلام تو ایک مذہب ہے۔ دکان نہیں۔ اگر آپ اپنے آپ کو فروخت کرنا چاہتے ہیں۔ تو عیسائیوں یا آریوں میں چلے جائیں"

مضمون اشتہار زیر آرڈر نمبر ۵ قاعدہ نمبر ۲۰۔ ضابطہ دیوانی۔ باجلاس منشی محمد نواب خان صاحب منصف درجہ اول احمد گڈہ علاقہ سرکار ریاست مالیر کوٹلہ

نمبر مقدمہ ۱۱

بھگتا پسر نرائنا خاکروب مذہبی ساکن باد پچہ تحصیل و پرگنہ پنجگرائیں
مدعی

بنام

نرائنا پسر سمند سنگہ و جیوا پسر گوکہا ذات خاکروب مذہبی ساکن موضع بھورہ تھانہ شیر پور تحصیل دہوری علاقہ پٹیالہ
مدعا علیہ

دعوی تنسیخ نیلام جگہ سکنی زر خرید ملکیت مفوضہ مدعی [illegible] روپیہ

یہ مقدمہ عنوان الصدر در اجراء ثمن بنام جیوا مدعا علیہ ہوا لیکن مدعا علیہ استماع دائری دعوے پر اپنی جائے سکونت سے روپوش ہو گیا ہے۔ آخری ثمن بموجودگی نمبرداران دیہہ خانہ مدعا علیہ پر چسپان کیا گیا۔ باین ہمہ مدعا علیہ پیروی سے قاصر ہے۔ رپورٹ ہائے تعمیل کنندہ سے مدعا علیہ کا پورا پتہ نہیں چلتا۔ بنا بریں اشتہار ہذا بجہت اطلاع مدعا علیہ جاری کیا جاتا ہے۔ کہ مدعا علیہ تاریخ ۲۲ جون سنہ ۱۹۱۶ء کو جوابدہی مقدمہ کرے ورنہ بعد از انقضائے تاریخ مذکورہ کارروائی یکطرفہ نسبت جیوا مدعا علیہ عمل میں آئیگی۔ بتحریر ۳۰ مئی سنہ ۱۹۱۶ء

دستخط۔ محمد نواب خان صاحب۔ ثاقب منصف درجہ اول احمد گڈہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الفضل

قادیان دارالامان مورخہ ۱۸ جون ۱۹۱۶ء

کیا جرمنی اسلام کا حامی ہے؟

حق کو باطل کی تائید کی کبھی ضرورت نہیں ہوتی۔ اور صداقت کو ناراستی کبھی مدد نہیں دے سکتی۔ لیکن اگر کسی بات کی باطل سے تائید ہوتی ہو۔ تو سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ وہ بات بھی باطل ہی ہے۔ کیونکہ باطل سے باطل ہی کی تائید ہوا کرتی ہے۔ اور حق باطل کے ساتھ کبھی جمع نہیں ہوسکتا۔ اس وقت میں یہاں ایک ایسے امر کو پیش کرنا چاہتا ہوں۔ جس کی نسبت نادانی اور کم فہمی سے یہ خیال کیا گیا تھا۔ کہ وہ ہے تو حق۔ مگر اس کی مدد اور حفاظت باطل پرست ہاتھوں اور کینہ ور دلوں سے ہوگی۔ چونکہ یہ خیال ہی سرے سے غلط اور بیہودہ تھا۔ اور اپنے اندر ذرا بھی صداقت کا شائبہ نہ رکھتا تھا۔ اس لئے اس کے وہ خطرناک نتائج جن کا نکلنا ضروری اور لابدی تھا۔ رونما ہو چکے ہیں۔ اور ہوتے رہینگے۔

اس زمانہ میں مسلمان کہلانیوالوں کی دنیاوی طور پر جو حالت ہے۔ وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔ عوام کو جانے دو ان مسلمانوں کی طرف ہی نگاہ ڈالو۔ جو حکمران کہلاتے ہیں۔ کہ وہ کس پانی میں ہیں۔ ان کے ملک کی مالی حالت کو دیکھو۔ انتظامی امور پر غور کرو۔ سیاسی معاملات کو سامنے لاؤ۔ اور مذہبی معتقدات کو پیش نظر رکھو۔ کوئی بھی ایسا پہلو نہیں ہوگا۔ جسے اطمینان بخش کہا جاسکے۔ لیکن سوال ہوتا ہے۔ کہ ایسا کیوں ہے اس کا نہایت آسان اور سادہ جواب یہ ہے۔ کہ جو انسان آپ اپنی مدد کرنا چھوڑ دیتا ہے۔ خدا تعالےٰ بھی اس کی تائید سے اپنا ہاتھ اٹھا لیتا ہے۔ اور جو اپنے لئے سعی و کوشش کرتا ہے۔ خدا تعالیٰ بھی اس کو مدد دیتا ہے۔ چونکہ مسلمانوں نے اپنے آپ کو بھلا دیا ہے اس لئے دست قدرت بھی لوگوں کے ذہنوں سے انہیں بھلا رہا ہے۔ اور گمنامی اور بیخبری کی غار میں دھکیل رہا ہے اس کے لئے کئی ایک اسباب پیدا ہو رہے ہیں۔ لیکن سب سے خطرناک اور رنجدہ سامان جو پیدا ہوا ہے وہ ترکوں کا موجودہ جنگ میں شامل ہونا ہے۔ وہ اپنی حالت کی کمزوری اور ناتوانی کو ہم سے زیادہ سمجھتے تھے انہیں اپنی طاقت اور ہمت کا ہم سے زیادہ علم تھا۔ وہ اپنے اتفاق اور یک جہتی کی نسبت ہم سے زیادہ جانتے تھے۔ وہ اپنے آلات حرب اور سامان جنگ کے متعلق ہم سے زیادہ واقف تھے۔ لیکن باایں ہمہ انہوں نے اس امید موہوم پر جنگ کی بھڑکتی ہوئی آگ میں چھلانگ ماردی۔ کہ جرمنی سے ہمیں مدد ملیگی۔ اور اس کی تائید سے ہم اسلام کی حفاظت کر سکینگے۔ اور اپنی کھوئی ہوئی طاقت کو واپس لا سکیں گے۔ مگر چونکہ اسلام ایک ایسی صداقت ہے جو اپنا ثانی نہیں رکھتی۔ اور ایک ایسا حق ہے جسے اپنے واحد ہونے کا بجا طور پر ناز اور فخر ہے اس لئے وہ باطل سے کسی قسم کی مدد اور تائید کا نہ آج سے پہلے کبھی منت کش ہوا ہے۔ اور نہ اب ہو سکتا ہے اگر اس کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرنیوالے کسی باطل پرست کے آگے اپنا دست سوال دراز کرتے ہیں۔ تو یہ اس بات کا ثبوت نہیں ہے۔ کہ اسلام اس مدد کا خواہاں ہے۔ بلکہ یہ اس بات کا ثبوت ہے۔ کہ ایسا کرنیوالے اسلام پر نہیں ہیں اور نہیں جانتے کہ اسلام کیا ہے اسلام کی حقیقت سے وہ واقف ہوتے۔ تو کبھی کسی باطل پرست کو اسلام کا معاون اور مددگار نہ سمجھتے اور نہ ہی اس کی طرف جھکتے۔ کیونکہ اسلام اگر کسی انسانی دماغ کی اختراع کا نتیجہ ہوتا۔ تو ممکن تھا۔ کہ اسے کبھی انسانوں کی مدد کی ضرورت پڑ جاتی۔ اور انہیں کے سہارے سے اس کو نفع پہنچ جاتا۔ لیکن اسلام تو اس واحد اور یکتا ہستی کا نازل کیا ہوا مذہب ہے جو اپنا ثانی نہیں رکھتی۔ پھر کس طرح ہوسکتا ہے۔ کہ ایک ایسا انسان جو اس ہستی کی حقیقت سے ہی ناواقف اور انجان ہے۔ اسلام کی تائید کرسکے۔ لیکن جب برے دن آتے ہیں۔ تو انسان کی عقل پر پردہ پڑ جاتا ہے اور نہایت واضح اور صاف باتیں بھی سمجھ میں نہیں آتیں۔ چنانچہ اس نہایت آسان بات کو نظر انداز کرتے ہوئے ترکوں نے جرمنی کے بھروسہ میں اپنے آپ کو نار حرب میں جھونک دیا اور چونکہ جرمنی کو بھی اپنا ساتھی بنانے کی ضرورت تھی۔ اس لئے اس نے بھی مسلمانوں کی ہمدردی حاصل کرنے کے لئے کئی قسم کی کوششیں کیں۔ اسلام کی خیر خواہی کا دم بھرا۔ اور مسلمانوں کا خیر اندیش ہونا جتلایا۔ ایام جنگ میں تو یہاں تک افواہیں اڑائی گئیں۔ کہ قیصر جرمنی اور اس کے مصاحبوں نے کلمہ پڑھ لیا ہے۔ اور یہ کہ وہ مسجدوں میں جاکر نماز پڑھتے ہیں۔ اور یہ کہ فرانس۔ برطانیہ روس وغیرہ جرمنی سے اس وجہ سے جنگ کر رہے ہیں۔ کہ وہاں کے حکمران وزراء اور نامی آدمیوں نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

اس قسم کی افواہوں سے جرمنی کا جو مقصد تھا۔ افسوس سے کہا جاتا ہے۔ کہ ترکوں نے اپنی نادانی سے حاصل کروا دیا۔ اور بالکل اس کے قبضہ میں ہو گئے۔ لیکن اس وقت تک سوائے نقصان اور زیان کے ان کے ہاتھ کچھ نہیں آیا۔ اور آئندہ کی خبر نہیں۔ کہ جن امیدوں اور تمناؤں کو دل میں رکھکر انہوں نے جرمنی کی خاطر لڑائی میں شامل ہونا ضروری سمجھا ہے۔ وہ کہاں تک پوری ہو سکتی ہیں۔ مگر جنگ سے پہلے جن ایام میں جرمنی ترکوں کا نہایت گہرا دوست اور ہمدرد کہلاتا تھا۔ اور اپنے آپ کو اسلام کا مددگار قرار دیتا تھا۔ ان دنوں کی کارروائی کا جو علم اب ہوا ہے۔ اس سے پتہ لگتا ہے۔ کہ اسلام اور مسلمانوں کے متعلق جو کچھ قیصر جرمنی کی زبان پر ہوتا ہے۔ اس کا دل اس سے ہرگز متفق نہیں ہوتا۔ اور وہ دراصل اسلام کا سخت مخالف اور معاند ہے۔ اس سے یہ بھی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ کہ ترکوں سے لڑائی میں شامل ہونے کے صلہ میں جرمنی نے جہاں تک وعدہ وفائی کرنی

اور اسلام کو اس سے کسقدر فائدہ پہنچیگا۔ سنہ ۱۸۹۵-۹۶ میں واقعات ارمینیا نے .... جو صورت اختیار کرلی تھی۔ اس سے فائدہ اٹھاکر جرمنی نے ترکوں سے یارانہ گانٹھا تھا۔ اس وقت قیصر خود قسطنطنیہ گیا۔ اور وہاں جاکر ترکون کو اپنی دوستی کا یقین دلایا۔ اور اپنے کو اسلام کا خیر خواہ ظاہر کیا۔ اس کے بعد وہ اپنی دوستی اور ہمدردی کے خلاف کو اپنی چرب زبانی سے ہمیشہ چکنا کرتا رہا۔ حتی کہ اس وقت تک بھی وہ ایسا ہی کر رہا ہے لیکن جرمن ایسٹ افریقہ سے جس پر آج کل انگریزی فوج قبضہ کر رہی ہے سرکاری دفاتر کے کاغذات سے چند ایک ایسے امور معلوم ہوئے ہیں۔ جو اسلام سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور جن میں سرکاری طور پر اسلام کے خلاف کوشش کرنے کی تاکید پائی جاتی ہے۔ ان کاغذات کی بابت سرکاری اعلان ان الفاظ میں کیا گیا ہے۔ کہ

"گورنمنٹ برطانیہ کے پاس اس کا قطعی ثبوت پہونچ گیا ہے۔ کہ جرمنی اپنی افریقہ کی بستیوں میں اسلام کی بیخکنی کے درپے ہے۔ جنرل سمٹس بیان کرتے ہیں۔ کہ موسی میں جو سرکاری جرمن دفاتر ان کے ہاتھ پڑے۔ ان میں حسب ذیل سرکلر پایا گیا تھا۔

تمام فوجی مقاموں کے افسروں کو ہدایت کی جاتی ہے کہ ہدایات موصول ہونے کے تین ماہ کے اندر اندر اطلاع دیجائے۔ کہ سرکاری ملازموں اور سرکاری استادوں کے وسیلہ سے اسلام کی اشاعت روکنے کے لئے کیا وسائل اختیار کئے جا سکتے ہیں۔ کیا تمہاری رائے میں یہ ممکن العمل ہے کہ ایک قاعدہ کے ذریعے سے اسلام کو ممنوع اور ناجائز قرار دیا جائے۔ شاید کوئی قاعدہ جاری ہونا ممکن ہے جس کے رو سے استادوں کو ختنہ کرنے یا مسجدوں میں وعظ وغیرہ کہنے سے روکا جائے۔ اس قسم کے امتناعی احکام سرکاری ملازموں پر بھی عائد ہو سکتے ہیں۔ کہ اہل رائے اور ماہروں کا یہ خیال کہ دیسیوں کو وسیع پیمانہ پر سور پالنے کی ترغیب دینے سے اسلام کی اشاعت میں سخت رکاوٹ پیدا ہو سکتی ہے" اس سرکلر پر جرمن ایسٹ افریقہ کے گورنر ڈاکٹر شنی کے دستخط ہیں۔ جو جنگ یورپ کی ابتدا سے چند ماہ نافذ ہوا تھا۔ اور جرمن ایسٹ افریقہ کے تمام اضلاع کے حکام کے نام بھیجا گیا ہے۔

دوسرا سرکاری بیان یہ ہے۔ موسی کے سرکاری کاغذات کے درمیان مزید تفتیش کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ جنگ سے پیشتر مشرقی ایسٹ افریقہ میں اسلام کی بیخکنی کے متعلق جو خاص تجاویز اختیار کی گئی تہیں یہ ہیں۔

"(۱) تمام سرکاری ملازموں کو اسلام قبول کرنے کی سخت ممانعت کی جائے (۲) ہر ایک ضلع میں تمام مسجدوں کو درج رجسٹر کیا جائے (۳) جنہیں سرکار سے اجازت ملے۔ یا لائسنس حاصل کیا جائے ان کے سوا باقی سب کو ختنہ کی ممانعت کیجائے اور لائسنس تفتیش کے بعد عطا ہوگا۔ بشرطیکہ افسر کی تسلی ہو جائے"

مندرجہ بالا واقعات کو پیش کر کے ہم بتانا چاہتے ہیں۔ کہ ترکوں نے ایک غلط طریق سے اسلام کی مدد کرنے والا تلاش کیا۔ اور نادانی سے اس پر بھروسہ کیا۔ اس لئے سوائے نقصان کے اور کچھ نہ حاصل ہوا۔ لیکن اگر وہ اسلام کی تائید کے لئے خدا تعالیٰ کے حضور جھکتے اور اس برگزیدہ انسان کو قبول کرتے۔ جو اسلام کو چار دانگ عالم میں غالب کرنے آیا تھا۔ تو انہیں اس قدر خسارہ نہ اٹھانا پڑتا۔ اب بھی وقت ہے۔ کہ ہر ایک وہ انسان جس کے دل میں اسلام کا درد ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سلسلہ میں داخل ہو جائے۔ تا اس کا نام اس جماعت کی فہرست میں لکھا جائے۔ جسے خدا تعالیٰ نے اپنے فرستادہ کے ذریعہ تائید اسلام کے لئے چن لیا ہے۔

مباحثہ شملہ کا فیصلہ چھپ کر تیار ہے۔ جو درخواست کریگا۔ اس کے نام وی پی ہوگا۔

شکریہ

میں ان تمام احباب کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے میرے امتحان ایم۔ اے میں کامیاب ہونے پر خطوط کے ذریعہ اپنی خوشی کا اظہار کیا۔ ان احباب کا تو میں بہت ہی مشکور ہوں۔ جنہوں نے میری کامیابی کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور دعائیں کیں۔ میری یہ کامیابی اللہ تعالیٰ کے خاص فضلوں میں سے ایک فضل ہے کیونکہ ظاہراسامان بالکل مایوس کن تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک دفعہ مجھے ایم۔ اے تک پڑھانے کا ارادہ ظاہر فرمایا تھا۔ سو میں سمجھتا ہوں آپ کے اس قول کے پورا کرنیکے لئے ہی اللہ تعالےٰ ہمیشہ باوجود میری کمزوریوں کے تمام یونیورسٹی امتحانوں میں مجھے کامیاب فرماتا رہا فالحمد للہ علےٰ ذالک۔ خاکسار مرزا بشیر احمد۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم — نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

ومبشرًا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد

تصدیق المسیحؑ

حضرت مرزا غلام احمد کا نام کیوں مسیح موعود رکھا گیا

مسیح موعود نبی اللہ کے آنے کی خبر حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ سے شروع ہوتی ہے اور پھر بڑے بڑے نبی اس نبی کے آنے کی پیشگوئی کرتے چلے آتے ہیں۔ یہاں تک کہ زرتشت نے فارس میں اور بدھ اور کرشن نے ہندوستان میں پیشگوئیاں کیں۔ بدھ نے کہا۔ کہ آخری زمانے میں ایک بدھ ہوگا۔ کرشن نے کہا کہ آخری زمانے میں میں آؤنگا۔ اسی طرح پھر حضرت عیسی علیہ السلام نے اپنے شاگردوں کے سامنے پیشگوئی کی۔ کہ میں دوبارہ آؤنگا۔ اور اپنے آنے کی نشانیاں بتائیں۔ پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ینزل ابن مریم فیکم واماکم منکم۔

پھر آپ نے مسیح موعود کا حلیہ بھی بیان کردیا۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ کیوں ان تمام نبیوں نے پیشگوئی کرتے ہوئے حضرت مرزا غلام احمد صاحب کا نام نہیں بتایا۔ بدھ نے پیشگوئی کی کہ ایک بدھ آئیگا۔ حضرت کرشن نے پیشگوئی کی تو اپنے آنیکا ذکر کیا۔ حضرت مسیح علیہ السلام پیشگوئی کرتے ہیں۔ تو وہ اپنے آنے کا ذکر کرتے ہیں۔ حضرت نبی کریم پیشگوئی کرتے ہیں۔ تو وہ بھی مسیح ہی نام رکھتے ہیں۔ یا آنے والے کے بارے میں فرماتے ہیں اسمہ احمد۔ ہر ایک نبی نے جس رنگ میں پیشگوئی کی ہے وہ ایک بہت بڑا راز اپنے اندر رکھتی ہے۔ بدھ فرماتے ہیں اے قوم تو بگڑ جائیگی اس لئے پھر تیرے لئے ایک نبی مبعوث ہوگا۔ جو میری طرح تیرے لئے بدھ کا حکم رکھیگا۔ اسی طرح حضرت کرشن نے بھی اپنی قوم کو یہ راز سمجھایا۔ کہ تم میں بھی ایک نبی کی ضرورت پیش آئیگی۔ اور میرا ذکر کرشن کا حکم رکھیگا حضرت مسیح نے بھی اسی عقدہ کو حل کیا ہے۔ اور اپنی ...... دوبارہ آمد میں یہ بتایا ہے۔ کہ عیسائی قوم بگڑ جائیگی اور اس کے لئے ایک نبی مبعوث ہوگا جس کا نام انہوں نے اپنا نام رکھا۔ اسی طرح نبی کریم نے پیشگوئی میں مسیح کیساتھ مہدی بھی بڑھا دیا۔ اور اشارہ کردیا۔ کہ مسلمان بھی بگڑینگے اگر صرف حضرت مرزا غلام احمد صاحب کا نام لیکر پیشگوئی کی گئی ہوتی تو اس سے یہ امر ظاہر نہ ہوتا۔ کہ یہ قومیں بگڑ جائینگی۔ دوسرے پیشگوئیوں میں ہمیشہ کچھ نہ کچھ استعارے ہوا کرتے ہیں۔ اگر بالکل کھلی کھلی ہوں۔ تو پھر لوگوں کی حق جوئی اور خبث باطنی کا پتہ نہ چلا کرے بلکہ ہر ایک اس پیشگوئی پر ایمان لے آئے۔ پیشگوئی میں استعارے اسی غرض سے ہوا کرتے ہیں۔ تا لوگوں میں غور کر کے ماننے کا مادہ پیدا ہو۔ اور وہ کسی بات کو اندھا دھند ہی مان لیں اب سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ نبیوں کا پیشگوئی کرتے ہوئے موعود نبی کو اپنا نام دینے سے یہ کس طرح معلوم ہوا۔ کہ ان کی امت بگڑ جائیگی تو اس کے لئے یاد رکھنا چاہیئے کہ نبی جب اسلم وجہہ للہ ہوتا ہے۔ ویسے ہی محسن علے خلق اللہ۔ اس کی شفقت امت پر والدین سے بڑھکر ہوتی ہے۔ اسی لئے تو نبی کریم نے فرمایا۔ کہ اللہ کے بعد پھر نبی سے پیار کرو یہاں تک کہ وہ تمہیں اپنی جان سے بھی زیادہ پیارا ہو۔ والدین جب اپنے بچے کو کسی خطرے میں پڑتا ہوا دیکھتے ہیں تو پھر ہر ایک ایسی کوشش کرتے ہیں۔ کہ اسے جاکر بچالیں یہی بات تھی۔ کہ جب موسےٰ سے سوال ہوتا ہے وما اعجلک عن قومک یا موسیٰ تو جواب دیتے ہیں ھم اولاء علٰی اثری وعجلت الیک رب لترضی۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فانا قد فتنا قومک من بعدک واضلھم السامری تو پھر حضرت موسیٰ فورًا واپس لوٹتے ہیں۔ جیسے فرمایا فرجع موسیٰ الی قومہ۔ اسی طرح جب کسی نبی کی قوم اس کے بعد بگڑتی ہے۔ تو پھر خدا تعالے کے ملائکہ اس کی روح کو خبر کرتے ہیں۔ اس پر وہ روح خواہش کرتی ہے۔ کہ مجھے اپنی قوم کی طرف لوٹایا جاوے۔ تاکہ جاکر میں اس کی اصلاح کروں۔ لیکن رجوع موتٰی ہو نہیں سکتا۔ اس لئے پھر اللہ تعالے اس نبی کی صفات والا ایک اور آدمی اس قوم کی اصلاح کے لئے مقرر فرماتا ہے۔ اور ان صفات کی وجہ سے اس کا نام وہی رکھتا ہے۔

پس تمام نبیوں سے جو اپنے اپنے آنے کی خبر دی تھی وہ دراصل انہوں نے اپنی صفات رکھنے والے کی پیشگوئی کی تھی۔ اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ وہ ایک ہی آدمی کیوں ہے۔ اور ایک کے اتنے نام کس طرح ہو سکتے ہیں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم تمام جہاں کے لئے مبعوث ہوچکے تھے۔ اور آپ .... چونکہ خاتم النبیین تھے۔ اس لئے کوئی نبی اب آپ کی امت سے باہر آ نہیں سکتا تھا۔ اور آپ کی امت میں بھی جو نبی بن سکتا تھا۔ اس کے لئے ضروری تھا۔ کہ وہ تمام کمالات جو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم رکھتے تھے۔ اپنے اندر رکھتا ہو۔ اس لئے ضروری ہوا۔ کہ وہ تمام جہان کے لئے بھیجے۔ لہذا جب وہ تمام جہان کے لئے ہوا تو تمام قوموں کے لئے بھی ہوگیا۔ رہا یہ کہ ایک آدمی کے اتنے نام کس طرح ہو سکتے ہیں۔ تو یہ کوئی بات نہیں کیونکہ یہ سب صفاتی نام ہیں۔ اور صفاتی نام کئی کئی ہوا کرتے ہیں۔ نبی کریمؐ کے۔ احمدؐ۔ حاشرؐ۔ عاقب وغیرہ نام بھی تھے لہذا معلوم ہوا کہ کئی نام بھی ہو سکتے ہیں۔ اس کے بعد اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ حضرت مرزا غلام احمد کو مسیح موعود کے نام سے ہی کیوں یاد کیا جاتا ہے۔ کرشن موعود نہیں کہا جاتا۔ بدھ موعود کے نام سے نہیں پکارا جاتا۔ نبی کریم پیشگوئی کرتے ہیں۔ تو وہ بھی مسیح ہی کی کرتے ہیں۔ اس میں کیا بھید ہے۔ نبی کریم کا اپنی امت میں مسیح موعود کی پیشگوئی کرنا بدھ یا کرشن کا ذکر نہ کرنا۔ ایک اور بڑی پیشگوئی اپنے اندر رکھتا ہے وہ یہ کہ اس میں اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ وہ مسیح کی صفات کا جلوہ زیادہ رکھتا ہوگا۔ اس لئے کہ قوم مسیح سب سے زیادہ گمراہی میں پڑی ہوئی ہوگی۔ لہذا اس نبی کی توجہ سب سے زیادہ اس طرف ہوگی۔ یہ تھا وہ راز جو حضرت مرزا غلام احمد نبی اللہ کا نام مسیح موعود رکھنے میں تھا کہ یہ قوم اس وقت سب قوموں سے زیادہ خدا تعالےٰ سے دور جا پڑی ہوگی۔ اس لئے آپ کی توجہ سب سے زیادہ اس قوم کی طرف ہوگی۔ جیسا کہ آپ نے ایک شعر میں اس راز کو کھولدیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ ....

تبدیلی عقیدہ دربارہ تعریف نبوّت
سنہ ۱۹۰۱ء کے بعد

میں بفضلہ تعالیٰ یہ ظاہر کرنا چاہتا ہوں کہ حضرت اقدس نے اشتہار ایک غلطی کے ازالہ میں کونسی نئی بات درج فرمائی ہے۔ جس سے تبدیلی دعوے کا استدلال کیا جاتا ہے۔

(۱) فرماتے ہیں صٓ "حق یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی وہ پاک وحی جو میرے پر نازل ہوتی ہے۔ اس میں ایسے لفظ رسول اور مرسل اور نبی کے موجود ہیں۔ نہ ایک دفعہ بلکہ صدہا دفعہ پھر کیونکر یہ جواب صحیح ہو سکتا ہے کہ ایسے الفاظ موجود نہیں ہیں۔ بلکہ اس وقت تو پہلے زمانہ کی نسبت بھی بہت تصریح اور توضیح سے یہ الفاظ موجود ہیں"

یہ خط کشیدہ جملہ علی الخصوص الفاظ "اس وقت تو پہلے زمانہ" "تصریح - توضیح" جو تعلیم جلی لکھے گئے ہیں۔ آپ نوٹ کر کے ہیں اور خدا سے ڈر کر غور کریں کہ آیا یہ خط کشیدہ فقرہ تبدیلی حالت کی طرف راہ نمائی نہیں کرتا؟ کیا اس کا صاف یہ مطلب نہیں کہ نبوت کے متعلق جو وحی الٰہی سنہ ۱۹۰۱ء سے پہلے مجھ پر ہوتی تھی۔ اب اس وقت اس کی نسبت وحی الٰہی میں زیادہ صراحت اور وضاحت سے مجھ کو نبی کہا گیا ہے۔ یعنے پہلے رسمی عقیدے کی بنار پر نیا سے میں جزوی نبی یعنے محدث سمجھتا رہا۔ مگر اس وقت تواتر و صراحت وحی نے صاف کر دیا کہ تیری نبوت محدث والی نبوت نہیں۔ اگر پہلے زمانہ اور اس وقت کی وحی الٰہی میں کوئی خاص تغیر نہیں تو اس فقرہ کے درج کرنے کا مطلب ہی فوت ہو جاتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ اہل اللہ کا کلام فضول اور بے معنی فقرات سے بالکل مبرا ہوتا ہے۔ علاوہ اس کے جب ہم آگے چل کر اس اشتہار پر غور کرتے ہیں تو پہلے زمانہ کی نسبت تغیر عظیم پاتے ہیں۔ اور وہ یہ ہے کہ خطاب محدث کو اپنے حال کے شایان ہونے سے انکار کرتے ہیں جیسا کہ فرماتے ہیں:۔

"اگر خدا تعالیٰ سے غیب کی خبریں پانے والا نبی کا نام نہیں رکھتا۔ تو بتلاؤ کس نام سے اس کو پکارا جاوے۔ اگر کہو کہ اس کا نام محدث رکھنا چاہیئے تو میں کہتا ہوں کہ تحدیث کے معنے کسی لغت کی کتاب میں اظہار غیب نہیں ہے۔ مگر نبوت کے معنے اظہار امر غیب ہے"

اس جگہ یہ عذر بالکل بے ہودہ ہے۔ کہ یہاں محدث کے لغوی معنوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ اصطلاحی معنوں کا ذکر نہیں کیا گیا۔ آپ نہیں جانتے کہ بانی اسلام و بانی اصطلاحات اسلام جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی محدث کے لئے امور غیبیہ ہونا شرط نہیں ٹھہرایا۔ چنانچہ فرمایا قد کان فی من قبلکم من بنی اسرائیل رجال یکلمون من غیر ان یکونوا انبیاء فان یک فی امتی منہم احد فعمر۔ کیا فیصلہ کن کلمات طیبات نبوی ہیں۔ اللھم صل علی محمد وعلی آلہ وسلم۔ فرمایا۔ رجال یکلمون من غیر ان یکونوا انبیاء۔ یعنے وہ صرف مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ سے مشرف ہوں گے۔ انکو نبی کہنا جائز نہ ہوگا۔ کیونکہ نبی اپنے لغوی اور اصطلاحی معنوں کے لحاظ سے امور غیبیہ پر اطلاع پانیوالے یا بالفاظ دیگر پیشگوئی کرنیوالے کو کہتے ہیں۔ اور اسی لئے مسیح موعود کو حضور اکرم نے نبی اللہ کہا ہے نہ کہ محدث۔ سبحان اللہ۔ حضرت رسالتمآب کا کلام کیسا ماقل و دل ہے۔ ہاں یہ علیحدہ امر ہے کہ حضرت اقدس جناب مسیح موعود علیہ السلام پر مصلحت الٰہی کے ماتحت ایک وقت تک محدث کے معنے نہیں کھلے اور اسی لئے سنہ ۱۸۹۲ء میں اعلان کیا کہ میرا جزوی نبی یا ناقص نبی لکھنا ہی اگر مسلمان بھائیوں پر شاق ہے۔ (بمفہوم یا قسم) "تو وہ ان الفاظ کو ترمیم شدہ تصور فرما کر بجائے اس کے محدث کا لفظ میری طرف سے سمجھ لیں۔ کیونکہ کسی طرح مسلمانوں میں مجھ کو تفرقہ اور نفاق ڈالنا منظور نہیں ہے" (از مجموعہ اشتہارات) اور اسی پر ایک وقت تک عملدرآمد بھی کیا۔ چنانچہ انجام آتھم کے صفحہ ۲۷ حاشیہ میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"اس عاجز نے کبھی اور کسی وقت حقیقی طور پر نبوت یا رسالت کا دعوے نہیں کیا۔ اور غیر حقیقی طور پر کسی لفظ کو استعمال کرنا اور لغت کے عام معنوں کے لحاظ سے اس کو بول چال میں لانا مستلزم کفر نہیں۔ مگر میں اس کو بھی پسند نہیں کرتا کہ اس میں عام مسلمانوں کو دھوکہ لگ جانے کا احتمال ہے"

خدا کے واسطے غور کرو۔ اب یہ رسالہ ایک غلطی کا ازالہ صرف چار پانچ ورق کا ہے۔ اور اس میں قریباً بیس دفعہ میں نبی ہوں میں رسول ہوں۔ بڑے زور سے لکھا جاتا ہے۔ بلکہ جیسا کہ ۵ر مارچ سنہ ۱۹۰۸ء کی ڈائری سے ظاہر ہے۔ مریدین کو حکم دیا جاتا ہے۔ کہ میری نبوت اور رسالت کے بیان کرنے میں جھجکنا نہیں چاہیئے۔ کجا وہ خیال کہ جزوی نبوت اور ناقص نبوت کے الفاظ کو بھی ترمیم کیا جاتا ہے اور محدث کا اندراج کیا جاتا ہے۔ اور کجا یہ کہ محدثیت سے انکار اور نبی اور رسول ہونے کا اعلان اور اشتہار دیا جاتا ہے۔ اور جزوی نبوت اور ناقص نبوت کا ذکر ہی نہیں۔

اے بندگان خدا۔ اللہ تعالیٰ آپ پر رحم کرے۔ جائے غور ہے کہ اب کیوں مسلمانوں میں تفرقہ اور نفاق پڑنے کا اندیشہ نہیں رہا۔ اور کیوں عام مسلمانوں کو دھوکہ لگ جانے کا احتمال اٹھ گیا ہے کہ اب دھڑا دھڑ نبوت اور رسالت کا اپنی نسبت اندراج کیا جاتا ہے۔ دیکھو آخر مرنا ہے آپ ہی اس تغیر عظیم کا کوئی سبب بتلائیں (مولوی محمد علی کو خوب سوجھی کہ سرے سے اس تغیر اور تناقض کا ہی انکار کر دیا) مگر خوب یاد رکھو۔ حق حق ہی ہے۔ چالاکیوں اور چالبازیوں سے خدا کا مقابلہ نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل اور کرم سے اس نوجوان حضرت میاں محمود احمد سلمہ ربہٗ کو بڑے بڑے اجر دے کہ اس نے اس حق کو بڑی طاقت اور ہمت اور استقلال سے دنیا پر ثابت کر دیا ورنہ میں انسان کی کیا حقیقت ہے۔ یہ خود اللہ تعالیٰ کا اپنا ارادہ تھا۔ جو اس جوان کے ذریعہ حیرت انگیز فعل میں جلوہ گر ہوا۔ اور گرتی ہوئی جماعت کو سنبھال لیا۔ اللھم ایدہ بروح منہ واحفظہ من شر ما خلق ومن شر حاسد اذا حسد۔ آمین یا رب العالمین۔

ہاں سنو! اور خوب کان کھول کر سنو۔ اس تغیر عظیم یا بالفاظ دیگر اس تناقض کا سبب صرف وہ وحی الٰہی ہے۔ جس کا ذکر اس جملہ متذکرہ بالا خط کشیدہ مندرجہ اشتہار ایک غلطی کا ازالہ میں درج ہے۔ اور جس کو پھر حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۱۵۰ میں

اسطرح دہرایا گیا ہے۔ مگر بعد میں جو خدا تعالے کی وحی بارش کی طرح میرے پر نازل ہوئی۔ اس نے مجھے اس عقیدہ پر قائم نہ رہنے دیا۔ اور صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا" دیکھو یہ لفظ بعد اشتہار ایک غلطی کے ازالہ کے خط کشیدہ جملے کے لفظ "اسوقت" کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ اور " صریح طور پر نبی کا خطاب دیا گیا" یہ الفاظ تصریح اور توضیح کی طرف اشارہ کرتا ہے جو ایک غلطی کے ازالہ خط کشیدہ جلد میں جلی قلم سے قبل ازیں لکھے جا چکے ہیں۔ وہ جملہ پھر دوبارہ یہاں لکھ دیا جاتا ہے "بلکہ اسوقت تو پہلے زمانہ کی نسبت بھی بہت تصریح اور توضیح سے یہ الفاظ موجود ہیں"

براہین احمدیہ کے الہامات میں نبی۔ رسول کے خطاب سے حضرت اقدس کو پکارا گیا ہے۔ اور براہین میں ہی عیسےٰ کہکے پکارا گیا ہے۔ حضور والا نے اپنے اجتہاد سے ایک وقت تک اس عیسےٰ سے مثیل عیسےٰ مراد لیا۔ اور عیسیٰ کو زندہ آسمان پر سمجھ کر اسی کے آنے کا عقیدہ ظاہر کیا اسی طرح نبی اور رسول کے خطاب سے مثیل نبی و مثیل رسول یعنی محدث اپنے تئیں خیال فرمایا۔ پس جب بارہ برس بعد بہ تواتر الہامی بارش سے اپنے تئیں مسیح موعود یقین کرنے سے آپ کی شان میں کوئی حرج واقع نہیں ہو سکتا۔ تو کیوں اسقدر عرصہ کے بعد محدث کو ترک کرکے الہامی تواتر کے ماتحت نبوت اور رسالت کا دعویٰ کرنا آپ کی شان میں فرق لاتا ہے۔ حالانکہ ان ہر دو تبدیلی عقائد کا باہم اور یکرنگ اور مشابہ ہونا حقیقت الوحی صفحہ ۱۴۸ و ۱۴۹ میں مفصل طور پر ذکر بھی آپنے کر دیا ہے جس نے دیکھنا ہو۔ وہاں دیکھے۔ چونکہ انبیاء کی فراست بہت تیز اور صحیح ہوتی ہے۔ جانتے تھے۔ یہ تبدیلی عقیدہ بعض بیمار دلوں کو ناگوار ہو گا۔ ساتھ ہی اسی صفحہ ۱۵۰ حقیقت الوحی میں اس کے آگے گمان گذرنے کا بھی ذکر فرما دیا۔ چنانچہ فرمایا:۔

"جب تک مجھے اس سے علم نہ ہوا۔ میں وہی کہتا رہا۔ جو اوائل میں میں نے کہا۔ اور جب مجھ کو اسکی طرف سے علم ہوا۔ تو میں نے اسکے مخالف کہا۔ میں انسان ہوں۔ مجھے عالم الغیب ہونے کا دعویٰ نہیں۔ بارت یہی ہے۔ جو شخص چاہے قبول کرے یا نہ کرے"

یہ آخری جملہ ایسے بیمار دلوں کی طرف ہی اشارہ کرتا ہے جیسا کہ پیغامی ہیں۔ اس مندرجہ بالا مختصر جملہ میں بھی اصل مطلب حل کر دیا ہے۔ کہ پہلے جو کہتا تھا۔ اب اس کے مخالف کہتا ہوں۔ یعنی پہلے اپنے تئیں غیر نبی جانتا تھا اب نبی۔

اسجگہ اگر کوئی یہ عذر بے ہودہ کرے کہ یہاں جزوی فضیلت اور کلی فضیلت پر مسیح کا ذکر ہے نہ محدثیت اور نبوت کا۔ سو عرض ہے۔ کہ مولوی محمد علی صاحب تو اس فضیلت کے اختلاف کے بھی قائل نہیں۔ اور جو شخص فضیلت کلی کا قائل ہو جائے گا۔ اللہ تعالےٰ نبوت کی اس کو خود سمجھ دیدے گا۔ اور اس جواب میں حضرت اقدس نے مسئلہ نبوت کو بھی ساتھ ہی حل کر دیا ہے۔ بشرطیکہ کوئی پاک دل ہو کر سمجھنے کی کوشش کرے ۔

(حکیم محمد الدین۔ گجرانوالہ)

ایک سائل کے چار سوالوں کا جواب

سوال اوّل۔ کیا حضرت مرزا صاحب واقعی نبی ہیں جیسا کہ حضرت موسیٰ و حضرت عیسیٰ وغیرہ وغیرہ نبی جو اپنے وقت میں آئے ہیں۔ (ب) یا ان سے بڑھ کر ۔

جواب۔ حضرت مرزا صاحب واقعی نبی ہیں اور بلحاظ نبوت ایسے ہی نبی ہیں جیسے حضرت موسیٰ و حضرت عیسیٰ۔ اگلے انبیاء اور آپکی نبوت میں ایک فرق ضرور ہے وہ یہ کہ اگلے انبیاء یا تو صاحب شریعت تھے یا مرتبہ نبوت براہ راست پایا۔ کسی کے امتی ہونے کی وجہ سے نہیں پایا۔ اور حضرت مرزا صاحب صاحب شریعت نبی بھی نہیں۔ اور آپنے حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا امتی ہو کر آپ ہی کے فیض سے مرتبہ نبوت پایا اسی واسطے آپ کو ظلی نبی اور امتی نبی کہنا چاہیئے۔ جیسے کوئی شخص اپنی محنت سے لاکھ روپیہ پائے۔ اور کوئی کسی کی طفیل تو امیر ہونے کے لحاظ سے برابر ہیں ویسے ہی بلا تشبیہ حضرت مرزا صاحب بھی نبی اور اگلے انبیاء بھی نبی۔ مگر ذریعہ حصول نبوت میں فرق ہے۔ (ب) جیسے اور رسول بلحاظ نفس نبوت آپس میں برابر اور بلحاظ مرتبہ ایک دوسرے سے بڑھ کر مثلاً ہمارے حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نفس نبوت کے لحاظ سے دوسرے نبیوں کے برابر اور مرتبہ میں سب سے بڑھ کر ہیں اسی طرح حضرت مرزا صاحب بعض انبیاء سے مرتبہ میں بڑھ کر ہیں آپنے خود فرمایا ہے کہ میں حضرت عیسیٰ سے افضل ہوں ۔

سوال دوم۔ کیا غیر احمدی جس نے حضرت مرزا صاحب یا آپکی بیعت نہیں کی۔ وہ قطعی کافر ہے ۔

جواب۔ انبیاء میں سے کوئی نبی ہو جو اسکی نبوت پر ایمان نہ لائے وہ کافر ہوتا ہے۔ حضرت مرزا صاحب بھی نبی ہیں۔ اس لئے آپکو نہ ماننے والے بھی دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ خلفاء کے انکار سے انسان باغی۔ فاسق یعنی عدول حکمی کرنیوالا کہلاتا ہے۔ کافر دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہوتا۔ چونکہ حضرت میاں محمود احمد صاحب فضل عمر خلیفہ ہیں۔ اس لئے آپکی بیعت نہ کرنیوالا احمدیت سے خارج نہیں کہلائیگا۔ البتہ باغی فاسق یعنی حکم عدولی کرنیوالا کہلائیگا ۔

سوال سوم۔ کیا واقعی حضرت مرزا صاحب ۱۹۰۱ء سے پہلے کی تمام تحریریں یا کتابیں نبوت کے متعلق منسوخ ہیں اور ان سے دلیل پکڑنی جائز نہیں ۔

جواب۔ ۱۹۰۱ء سے پہلے یا بعد سب تحریریں یکساں قابل تسلیم ہیں۔ اور ہمارا اپنا کوئی حق نہیں کہ انہیں منسوخ کہیں۔ البتہ حضرت مسیح موعود اگر خود لکھ دیں کہ فلاں تحریر منسوخ ہے یا اس سے دلیل پکڑی جائے تو وہ منسوخ ہوگی۔ مثلاً براہین میں حضرت اقدس نے لکھا۔ کہ مسیح بن مریم زندہ آسمان پر موجود ہے اور آخری زمانہ میں نازل ہوگا۔ بعد میں کہا کہ مسیح بن مریم فوت ہو گیا۔ اور آنیوالا مسیح میں ہوں تو براہین والی تحریر (اس قدر) منسوخ ہے۔ اور اس سے حجت پکڑنی ٹھیک نہیں۔ اسی طرح پہلے حضرت اقدس نے لکھا ہے کہ میں نبی نہیں محدث ہوں مگر ایک غلطی کے ازالہ میں فرمایا کہ میں نبی ہوں۔ اور جس جس جگہ میں نے نبوت سے انکار کیا اس سے مراد یہ ہے۔ کہ میں شریعت والا نبی نہیں۔ اور نہ مستقل یعنی براہ راست اور میں اپنے آپ کو محدث نہیں کہتا تو اس تحریر سے وہ پہلی تحریر منسوخ ہو گئی یا یوں کہئے کہ محدود ہو گئی۔ مثلاً پہلے آپنے لکھا کہ نبی وہ ہوتا ہے جو شریعت لائے یا براہ راست ہو۔ بعد میں آپنے فرمایا (براہین حصہ پنجم میں) کہ نبی کے لئے کتاب لانا ضروری نہیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

خطبۂ جمعہ المبارک

از حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ

فرمودہ ۲ جون ۱۹۱۶ء

وفی الارض اٰیٰت للموقنین ۝ وفی انفسکم افلا تبصرون ۝ (۵۱-۲۰)

بعض تمدنی غلطیاں جو بظاہر چھوٹی چھوٹی معلوم ہوتی ہیں۔ بہت بڑے خطرناک نتائج کا باعث ہوجاتی ہیں۔ اور بہت سے امور ایسے ہیں۔ جنہیں ابتداءً انسان چھوٹا سمجھتا ہے لیکن نتائج کے لحاظ سے بہت بڑے ہوتے ہیں۔ موجودہ جنگ ہی کو دیکھو۔ اس کا وہ محرک جو بظاہر دنیا کو بتایا جاتا ہے۔ (واللہ اعلم اصلیت کیا ہے) ایسا خفیف سا ہے کہ دیکھ کر حیرت آتی ہے کہ ایسا معمولی امر بھی ایسی خطرناک جنگ کا باعث ہوسکتا ہے۔ ایک ملک کے شہزادہ کو اپنے ملک اور اپنی رعایا کے لوگوں نے قتل کردیا۔ اس ایک قتل پر آگ بڑھنی شروع ہوئی۔ چونکہ وہ ولی عہد تھا۔ اس لئے اس کے قاتلوں کا بڑا سخت جرم تھا۔ لیکن اس کیلئے زیادہ سے زیادہ یہی ہوسکتا تھا کہ ان کو سخت سے سخت سزائیں دی جاتیں۔ قتل کئے جاتے۔ جائدادیں ضبط کی جاتیں۔ قید کئے جاتے۔ خواہ وہ ہزاروں ہی ہوتے تب بھی اس واقعہ کی یہی شکل ہوسکتی تھی۔ لیکن اسکی تحقیقات کرتے ہوئے اس سلطنت کو خیال پیدا ہوا۔ کہ پاس کی جو چھوٹی ریاست ہے۔ اسکی تحریک سے یہ قتل ہوا ہے۔ اس لئے اسکو دبانا چاہا۔ ایک اور سلطنت کو اس ریاست سے تعلقات تھے۔ اس نے کہا۔ کیا تم نے اس کو کمزور سمجھ کر دبانا چاہا۔ ہم اس کے مددگار موجود ہیں۔ جب ادھر سے ایسا ہوا تو ایک اور سلطنت اس کے مقابلہ کے لئے اٹھ کھڑی ہوئی اسی طرح ہوتے ہوتے کچھ سلطنتیں ایک طرف ہوگئیں اور کچھ دوسری طرف۔ اور اس طرح تمام دنیا میں آگ لگ گئی دیکھو ایک آدمی کا قتل تھا۔ گو وہ آدمی بہت بڑا تھا ایک سلطنت کا ولیعہد تھا۔ لیکن پھر بھی ایسا نہیں تھا کہ تمام دنیا میں اس کے لئے آگ لگا دی جاتی۔ اور کل دنیا پر کشت و خون کے دریا بہا دئے جاتے۔ ایسے انسان جن کا قتل کل دنیا کا قتل ہوسکتا تھا۔ وہ دو ہی گذرے ہیں ایک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو سارے جہان کے لئے مبعوث کئے گئے تھے۔ اور ایک حضرت مسیح موعود جو ان کی غلامی میں ساری دنیا کی طرف بھیجے گئے تھے۔ ان دو کے سوا اور کوئی انسان نہ نبیوں سے نہ ولیوں سے نہ مجددوں سے ایسا نہیں گذرا۔ حضرت موسیٰ، حضرت داؤد، حضرت سلیمان ہو۔ اگر قتل کئے جاتے تو یہ بنی اسرائیل کا قتل تھا، حضرت مسیح ناصری کا قتل بھی بنی اسرائیل کا ہی قتل تھا صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی ایک ایسے وجود ہوئے ہیں کہ آپ کا قتل سارے جہان کا قتل تھا۔ پھر آپ کا جو قائم مقام آیا۔ اس کا قتل سارے جہان کا قتل ہوسکتا تھا۔ باقی سب نبیوں میں سے کوئی ایسا نہیں ہوا۔ تو کوئی بادشاہ یا بادشاہ بننے والا کہاں ایسا ہوسکتا ہے مگر واقعات تھے۔ جنہوں نے مجبور کردیا اور وہی صورت رونما ہوئی ہے۔ جو آج کل ہم دیکھ رہے ہیں۔ شہزادہ کو قتل کرنے والوں نے سمجھ لیا ہوگا۔ کہ خواہ ہمیں کتنا ہی نقصان اٹھانا پڑے۔ تاہم اس کا نفع اس نقصان سے زیادہ ہوگا۔ ان کے ذہن میں یہ خیال کبھی بھی نہیں آیا ہوگا کہ یہ صورت ہوجائیگی۔ لیکن دیکھ لو۔ کہاں سے کہاں تک نوبت پہنچ گئی۔ وہ سلطنتیں جو آجکل میدان جنگ میں نکلی ہوئی ہیں۔ وہ بھی یہ خیال نہ کرتی تھیں کہ واقعات یہ صورت اختیار کرلینگے۔ چنانچہ جنگ کے شروع ہونے سے قبل روس کے وزیر نے انگلینڈ کے وزیر اعظم کو کہا کہ آسٹریا کے سردیہ پر دباؤ ڈالنے کی وجہ سے ہم مجبور ہیں۔ کہ اسے مدد دیں۔ لیکن یہ مدد سیاسی رنگ میں ہوگی اور اسی سے کام چل جائے گا۔ کیونکہ واقعات کی صورت ایسی نہیں ہے۔ کہ لڑائی تک نوبت پہنچے۔ لیکن خدا کی مصلحت نے نہ چاہا کہ ایسا ہو۔ اس لئے لڑائی شروع ہوگئی۔ یہ قومیں نے اس قسم کے واقعہ کی مثال دی ہے جو ابتدا میں کوئی بڑا نہیں معلوم دیتا تھا۔ مگر تمدنی امور ایسے بھی ہوتے ہیں کہ جن کو انسان پہلے سے ہی جانتا ہے کہ نقصان دہ اور مضرت رساں ہیں۔ مگر پھر بھی ان سے باز نہیں آتا یا باتیں فرداً فرداً کچھ ایسی بڑی نہیں دکھائی دیتیں۔ مگر مجموعی طور پر قوم کو تباہ کرنے والی ہوتی ہیں۔ بعض قوموں میں جھوٹ کی عادت ہوتی ہے۔ جو پھیلتے پھیلتے ان کی زندگی کے ہر ایک شعبہ پر اثر ڈالنا شروع کردیتی ہے۔ بعض میں غیبت چغلی عیب جوئی وغیرہ کی عادت ہوتی ہے جو بڑھتے بڑھتے بہت خطرناک نتائج پیدا کرتی ہے۔ لیکن ان باتوں کو معمولی سمجھا جاتا ہے۔ جو ایک بہت بڑی نادانی ہے۔ دانا انسان کا کام ہے کہ کسی برائی کو چھوٹا نہ سمجھے۔ کیونکہ اگر کسی ایک کو بھی چھوٹا قرار دے گا۔ تو سب کو چھوٹا ہی کہتا جائے گا لیکن یہ ایسی خرابیاں ہیں۔ جو ملکوں کی بربادی اور قوموں کی تباہی کا موجب ہوا کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس قسم کی باتوں کی طرف متوجہ کرنے کے لئے ایک گر بتایا ہے یہ جو غلط فہمیاں ہوتی اور ایک دوسرے پہ حملے کئے جاتے ہیں یہ بھی بڑا تباہ کن فعل ہوتا ہے۔ اور قوموں کو ہلاک کردیتا ہے۔ ایک دوسرے پر طعن و تشنیع کرنا۔ عیب جوئی میں لگے رہنا بظاہر انسان کو چھوٹی چھوٹی باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ مگر یہ ایسی باتیں ہیں کہ قوم کو تباہ کرادیتی ہیں۔ ایک دفعہ صحابہ ایسے پاک گروہ میں سے بھی دو آدمیوں کی لڑائی سب کی تباہی کا موجب ہونے لگی تھی۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ہوگئی آپ نے خاتمہ کرادیا۔ دو شخص تھے۔ ایک انصار میں سے اور ایک مہاجرین میں سے دونوں پانی بھرنے کے لئے گئے وہاں باتوں باتوں میں تیز کلامی ہوگئی۔ ایک نے دوسرے کو لات ماری دوسرے نے اسے چپت رسید کردی۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ جنگ تک نوبت پہنچ گئی۔ مہاجر نے مہاجرین کو مدد کے لئے آواز دی۔ اور انصار نے انصار کو۔ دونوں طرف سے تلواریں لیکر آگئے۔ اور قریب تھا کہ مسلمان کافروں کے گلے کاٹنے کی بجائے جو ان کے سامنے پڑے تھے۔ آپس میں ایک دوسرے کے گلے کاٹ کر ڈھیر کردیتے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوگیا۔ آپ باہر نکل آئے اور فرمایا کیا تم پھر جاہل ہوگئے ہو۔ آپکے آنے سے وہ شرمندہ ہوگئے اور بات دب گئی

تو دیکھنے میں ایک بات چھوٹی سی معلوم ہوتی ہے۔ مگر اس کے نتائج بڑے خطرناک پیدا ہوتے ہیں۔ لیکن بہت لوگ اس کا خیال نہیں رکھتے۔ اس لئے ایسی باتیں کر لیتے ہیں۔ مگر آخر کار یہاں تک نوبت پہنچتی ہے کہ وہ جوش اور غضب میں اگر ہمیشہ کے لئے اپنے آپ کو اور اپنی نسل کو تباہ کر لیتے ہیں حالانکہ اگر وہ صبر اور تحمل سے کام لیں۔ تو کام چل جاتا ہے اور زیادتی کرنے والا خود شرمندہ اور نادم ہو جاتا ہے۔ تمام جوشوں کا باعث محض غلط فہمی ہوا کرتی ہے۔ لیکن بہت لوگ ایسے ہیں۔ جنھوں نے یہ معیار قائم کیا ہوا ہے۔ کہ دنیا کی سب کمزوریاں تو ہمارے اندر ہیں۔ باقی سب انسان مکمل ہونے چاہئیں۔ اس لئے ایسے لوگ اگر خود کوئی عیب کرتے تو اسے بھول چوک قرار دیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ انسان سے غلطی ہو ہی جاتی ہے۔ لیکن وہی اگر دوسرا کرتا ہے۔ تو کہتے ہیں یہ خباثت ہے شرارت ہے۔ بے ایمانی ہے۔ دشمنی ہے۔ یہ بھول نہیں ہو سکتی۔ اپنے متعلق تو کہا جائے گا۔ کہ کیا بندر۔ سور بھولا کرتے ہیں۔ میں انسان تھا بھول گیا۔ لیکن دوسرے کے متعلق بھولنا کبھی خیال بھی نہیں آتا حالانکہ اگر وہ اپنے نفس میں غور کرتا۔ تو آسانی سے سمجھ سکتا تھا۔ کہ اگر میں بھول سکتا ہوں۔ تو وہ بھی بھول سکتا ہے اور اگر بھولنا ناممکن ہے۔ اس لئے دوسرا خبیث اور شریر ہے تو میں بھی خبیث اور شریر ہی ہوں۔ اصل بات یہی ہے کہ کوئی انسان نہیں۔ جو نسیان کی مرض کے نیچے نہ ہو۔ حضرت آدم جو خدا تعالے کا نائب اور خلیفہ تھا۔ اسکی نسبت خدا تعالے فرماتا ہے۔ فنسی۔ بھول گیا۔ اور بھولا بھی ایسے امر میں کہ جس کے متعلق اسے پہلے حکم دیا گیا تھا کہ یوں نہ کرنا۔ تو آدم جسکو خدا نے تمام انسانوں کا باپ اور اپنا خلیفہ بنا کر دنیا میں بھیجا تھا وہ اگر بھول جاتا ہے۔ تو اس کے بیٹے کیوں نہیں بھول سکتے۔ اور وہ لوگ کیوں نہیں بھول سکتے۔ جو خدا کے خلیفہ نہیں ہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی نسیان تھا۔ آپ ایک دفعہ گھر سے باہر نکلے۔ دو آدمیوں کو لڑتے ہوئے دیکھا۔ فرمایا مجھے لیلۃ القدر کا نظارہ دکھایا گیا تھا لیکن تم کو لڑتا دیکھ کر بھول گیا ہوں۔ تو جب سب سے بڑا انسان انسانوں سے بڑا کیا۔ ملائکہ سے بڑا انسان بھی بھولتا تھا تو اور کون ہے۔ جو نہ بھولے۔ دنیا میں کوئی بھی انسان ایسا نہیں ہے جسکو نسیان نہ ہو۔ بڑے بڑے حافظہ والے بھی بھولتے آئے ہیں ✦

اسوقت مسلمانوں میں اور بہت سی امراض کے علاوہ ایک یہ بھی مرض ہے کہ وہ قرآن کریم کی تعلیم کے خلاف عمل کرتے ہیں۔ قرآن تو اس لئے آیا تھا کہ مسلمانوں کو وسط میں چلائے۔ چنانچہ مسلمانوں کو فرمایا۔ امۃً وسطاً کہ ان کے تمام احکام اور اعمال درمیانی راستہ پر ہوتے ہیں مگر اس وقت مسلمانوں نے سب باتوں کی حدود کو اختیار کر لیا ہے۔ اور وسط کو بالکل چھوڑ ہی دیا ہے۔ احمدیوں میں بھی بہت سے تمدنی نقائص ابھی تک باقی ہیں۔ اور وہ اسی لئے ہیں کہ ابتدا میں چونکہ انکی تربیت غیر احمدیوں میں ہوئی ہے جس کا اثر ابھی تک کچھ نہ کچھ باقی ہے۔ ان میں ایک نقص یہ ہے کہ جب دو شخصوں کا آپس میں اختلاف ہو تو ایک دوسرے کو کہتا ہے کہ تو جھوٹ بولتا ہے۔ حالانکہ جھوٹ ایک بہت بڑی برائی ہے۔ جو شخص دوسرے کو جھوٹا کہتا ہے اصل میں وہ خود جھوٹا ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ جھوٹ کو بے حقیقت سمجھتا ہے۔ اگر بے حقیقت اور معمولی بات نہ سمجھے۔ تو کبھی ایسی جرأت اور دلیری سے دوسرے کو جھوٹا نہ کہے کیونکہ جو شخص کسی جرم کو برا سمجھتا ہے۔ وہ دوسرے پر اس کو تھوپنے سے بھی ڈرتا ہے۔ ہمارے خلاف لاہوری مخالفوں نے ایسی ایسی باتیں لکھیں۔ جو بالکل خلاف واقعہ تھیں لوگ کہتے کہ یہ جھوٹ لکھ رہے ہیں۔ اور اس قسم کی باتوں کی کثرت کو دیکھ کر یہ کہنا بے جا بھی نہ تہا۔ لیکن میں یہی کہتا رہا کہ ممکن ہے بھول سے لکھتے ہوں۔ نسیان سے لکھ دیا ہو۔ یا تعصب اور بغض کی وجہ سے ان کے دماغ میں بات ہی اسی شکل میں آئی ہو۔ تو جو انسان کسی جرم کو برا سمجھتا ہے۔ وہ دوسروں پر بڑھ کر الزام نہیں لگاتا۔ اور جو الزام لگاتا ہے۔ وہ اس جرم کو بے حقیقت سمجھتا ہے۔ لیکن عام طور پر یہی ہوتا ہے کہ جب دو آدمی آپس میں لڑینگے۔ تو ایک دوسرے کو جھوٹا کہدینگے۔ جب گواہوں سے پوچھا جائے گا۔ تو جس کے خلاف ان کی گواہی ہوگی۔ وہ انہیں جھوٹا قرار دیدینگے۔ حالانکہ انہیں معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ جھوٹ سے پہلے ایک اور بھی درجہ ہے۔ اور وہ نسیان ہے۔ ایسے شخص جو جھوٹ بولنے کے عادی ہوتے۔ اور خواہ مخواہ جھوٹ بول دیتے ہیں وہ بہت کم ہوتے ہیں۔ لیکن اس کے مقابلہ میں نسیان بہت زیادہ ہوتا ہے۔ اور کوئی انسان ایسا نہیں ہے جسکو یہ مرض نہ ہو سکتے کہ نبیوں کو بھی ہوتا ہے۔ پس جب تمام انسانوں کو بلا استثنا کبھی ایک کے نبیوں سے لیکر ادنیٰ انسانوں تک کا یہ حال ہے۔ تو پھر کیا وجہ ہے کہ یہ بات جو ہر جگہ پائی جاتی ہے۔ جب تک جھوٹ ثابت نہ ہو جائے۔ وہ نہ کہیں۔ لیکن جب کہیں جھگڑا ہوتا ہے ہر فریق یہ خیال نہیں کرتا کہ شائد فلاں سے غلطی ہو گئی ہو یا وہ بھول گیا ہو۔ بلکہ یہی کہتا جاتا ہے۔ کہ اس نے شرارت کی ہے بے ایمانی دکھائی ہے۔ دشمنی شروع کی ہے اور جھوٹ بولا ہے۔ پھر دونوں دعائیں کرتے ہیں کہ جھوٹے پر خدا کی لعنت پڑے۔ ممکن ہے کہ کسی پر بھی لعنت نہ پڑے اور دونوں میں سے کوئی بھی جھوٹ نہ بولتا ہو۔ جھوٹ تو وہ ہوتا ہے جو ایک بات کو اچھی طرح جانتے ہوئے اس کے خلاف کہا جائے۔ لیکن جس کو ایک بات جسطرح یاد ہے اسی طرح بیان کرتا ہے تو وہ جھوٹا نہیں ہو سکتا ہے۔ ہاں ممکن ہے کہ نسیان کی وجہ سے اسے اسی طرح وہ بات یاد رہی ہو جو اصل کے خلاف ہو۔ آپس کے جھگڑے اور اختلاف تو ہر جگہ ہی ہوا کرتے ہیں۔ لیکن ایسا نہیں ہونا چاہیئے۔ کہ دوسرے کو جھٹ جھوٹا شریر اور فسادی قرار دیدیا جائے جھگڑے تو صحابہ میں بھی ہوا کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ اور حضرت ابوبکرؓ کا جھگڑا حدیثوں سے ثابت ہے۔ اگر جھگڑے کے یہ معنے ہیں کہ جھگڑنے والا جھوٹا ہوتا ہے۔ تو ماننا پڑیگا کہ نعوذ باللہ ان دونوں میں سے ایک ضرور جھوٹا ہے پھر حضرت عباسؓ اور حضرت علیؓ کا جھگڑا بھی حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے۔ ان میں سے بھی ایک کو جھوٹا قرار دینا پڑے گا۔ پھر حضرت عمرؓ اور عمار کا جھگڑا ثابت ہے۔ عمرؓ اور ابن مسعود کا اختلاف ثابت ہے۔ اس لحاظ سے انہیں سے بھی ایک کو جھوٹا کہنا پڑے گا۔ پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت سے قاضی مقرر ہوتے۔ وہ بھی مقدمات کے فیصلہ کے لئے ہی تھے۔ اگر مقدمات نہ ہوتے تو قاضیوں کے مقرر کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ اسطرح ماننا پڑے گا کہ صحابہ میں سے نصف نہ سہی تہائی تو ضرور

جھوٹ بولنے والے ہوں گے۔ مگر ہمارا تو یقین اور کامل یقین ہے۔ کہ صحابہ میں سے ایک بھی جھوٹ بولنے والا نہ تھا۔ صرف نسیان تھا۔ جس سے کوئی انسان خالی نہیں۔ اور نہ ہو سکتا ہے۔ اسی وجہ سے ایک شخص کو ایک بات ایکطرح یاد ہوتی۔ تو دوسرے کو دوسری طرح۔ ایسی اختلافی باتوں کا فیصلہ شاہدوں کے ذریعہ ہو جاتا ہے کہ کس کی بات ٹھیک ہے۔ اور کس کی بھول اور نسیان کی وجہ سے ٹھیک نہیں۔ اور بھولنے والوں کا اس میں کوئی قصور نہیں ہے دیکھو ایک حافظ قرآن نماز پڑھاتے ہوئے قرآن کریم میں غلطیاں کر جاتا ہے۔ لیکن اس کے غلطی کرنے سے ایسا تو نہیں ہونا چاہیئے کہ اسے گردن سے پکڑ لیا جائے اور کہا جائے کہ تم نے شرارت سے غلط آیت بنالی ہے۔ قرآن کریم میں یہ کہیں نہیں ہے۔ کیونکہ اس نے نسیان اور بھول کی وجہ سے ایسا کیا ہے نہ کہ شرارت سے۔ اور کوئی حافظ دنیا میں ایسا نہیں ہے۔ جو غلطی نہ کرے۔ حتے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جن پر قرآن کریم اترا۔ وہ بھی بھول کی وجہ سے پڑھنے میں غلطی کر جاتے تھے۔ ایک دفعہ آپ نے نماز پڑھائی۔ تو قرآن پڑھنے میں غلطی کر دی۔ جب نماز سے فارغ ہو چکے۔ تو ابی ابن کعب کو فرمایا کہ تم نے مجھے غلط پڑھنے سے روکا کیوں نہیں۔ انہوں نے عرض کی کہ حضور میں نے سمجھا کہ شاید خدا تعالےٰ نے اسی طرح یہ آیت نازل فرما دی ہے۔ جسطرح حضور نے پڑھا ہے۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ غلطی سے پڑھا گیا ہے۔ تمہیں مجھے روکنا چاہیئے تھا۔ تو نسیان سے کوئی آدمی بچا ہوا نہیں ہے۔ مگر جہاں کسی سے اختلاف ہوتا ہے۔ اس بات کو نظر انداز کر کے جھٹ اس پر جھوٹ کا الزام لگا دیا جاتا ہے۔ ابھی تھوڑے دنوں کا ذکر ہے۔ ایک معاملہ میرے آگے پیش ہوا تھا میں نے اس کا فیصلہ کیا۔ وہ دونوں فریق ایکدوسرے کی نسبت یہی کہیں کہ وہ جھوٹ بولتا ہے۔ اور ہم جو کچھ کہتے ہیں وہ درست ہے۔ پھر گواہوں سے پوچھا گیا۔ تو ان کو بھی جھوٹا کہہ دیا۔ میں پوچھتا ہوں۔ اگر تم اسی طرح ایک دوسرے کو جھوٹا قرار دینے لگو گے۔ تو بتلاؤ کہ تم میں سچا کون ہوگا۔ تم سب میں اختلاف ہوتے ہیں۔ جھگڑے ہوتے ہیں۔ اگر اسی بات پر کوئی جھوٹا ثابت ہو جاتا ہے۔ تو تم سارے کے سارے جھوٹے ہوئے۔ پھر مرزا کر کیا گیا کیا چار لاکھ کی جماعت جو آپ چھوڑ گئے تھے۔ سب جھوٹوں کی جماعت تھی۔ اسطرح ایک دوسرے پر الزام لگانیوالے بلاواسطہ نہیں تو بالواسطہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر حملہ کرنیوالے ہیں۔ مجھے ایسے لوگوں پر بڑا غصہ اور طیش آتا ہے۔ کہ وہ کیوں ایسا کرتے ہیں۔ جو شخص یہ کہتا ہے کہ فلاں میں یہ عیب ہے۔ اور فلاں میں یہ عیب تو گویا صرف وہی ایک سب جماعت میں نیک رہا۔ اور باقی سب عیب دار ٹھہرے۔ اس سے میں پوچھتا ہوں کہ کیا حضرت مرزا صاحب اسی ایک کے پیدا کرنے کے لئے مبعوث ہوئے تھے۔ اور انکی اسقدر کوشش اور سعی کا نتیجہ صرف وہی ایک شخص نکلا۔ ہرگز نہیں۔ وہ اپنی قدر کو دیکھے۔ اور اپنے طرز عمل پر غور کرے۔ کہ کسطرف جا رہا ہے۔ اور اس کا ایسا کہنا گویا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو جھوٹا اور ناکام کہنا ہے۔ اور وہ اپنے عمل سے احمدیت سے خارج ہو جاتا ہے۔ گو وہ اپنے آپ کو احمدی کہے لیکن چونکہ وہ خدا کے نبی کی پاک جماعت پر حملہ کرتا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس جماعت میں پھوٹ پڑتی ہے اس لئے وہ احمدی نہیں ہے۔ اللہ تعالےٰ نے دوسرے پر الزام لگانے سے بچنے کے لئے مسلمانوں کو کیا ہی عجیب گر بتا دیا تھا۔ وفی الارض ایت للموقنین۔ وفی انفسکم افلا تبصرون۔ کہ تم اپنے نفسوں میں ہی دیکھو۔ کیا تم نے کبھی کوئی غلطی نہیں کی۔ تم سے کبھی بھول چوک نہیں ہوئی۔ جب تم سے خود بھی ایسا ہو جاتا ہے۔ تو پھر جب کوئی دوسرا اسطرح کرے۔ تو اس پر کیوں الزام لگاتے ہو۔ واقعہ میں کوئی انسان ایسا نہیں ہے۔ جو کبھی بھولا نہ ہو۔ اور باتیں تو الگ رہیں۔ صبح سے اس وقت تک تم میں سے ہر ایک شخص کو جو جو واقعات پیش آئے انہیں کو اگر کوئی بیان کرنے لگے۔ تو ضرور ہے کہ بعض باتیں بھول جائے۔ اور دوسرے یاد دلا دیں۔ اگر کوئی ایسے حافظہ والا ہے۔ جو پورے پورے واقعات بتا سکتا ہے۔ تو اٹھ کر بتائے۔ وہی شخص جو ایک دوسرے کو جھوٹا کہتے تھے اٹھ کر بتا دیں۔ لیکن وہ سن لیں کہ ضرور غلطی کرینگے۔ مگر وہ کہدینگے۔ کہ انسان ہیں۔ غلطی ہو گئی ہے۔ میں کہتا ہوں جب تم انسان ہو۔ تو کیا اور انسان نہیں ہیں۔ پھر انہیں کیوں جھوٹا کہتے ہو۔ ایسا کرنے والے غلطی کرتے ہیں غلطی نہیں بلکہ بے وقوفی کرتے ہیں۔ میں نے بے وقوفی اس لئے کہا ہے کہ انکی اس کارروائی سے شیطان جماعت کی تباہی کا ہتھیار چلاتا ہے۔ ایسے لوگ خدا تعالےٰ کے بتائے ہوئے گر پر عمل کریں۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ تم اپنی جانوں کو دیکھو کیا تم اندھے ہو گئے۔ کیا یہی غلطیاں تم نہیں کرتے ہو۔ اور اپنے آپ کو جھوٹا کہلانا پسند نہیں کرتے۔ مگر دوسرے اگر جب ایسا کریں تو کہتے ہو کہ جھوٹ بولنے اور شرارت سے کہتے ہیں۔ کیا تم نے ان کا دل چیر کر دیکھ لیا ہوتا ہے۔ پھر یہ کیونکر ممکن ہے کہ تم تو بھول جایا کرو۔ اور وہ تمہارے جیسے ہی نہ بھولا کریں۔ حضرت عمرؓ اور عمار کا تیمم کے متعلق جھگڑا ہوا تھا حضرت عمرؓ کہیں کہ میں کبھی اس بات کو نہیں مانوں گا۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے غسل جنابت کی بجائے عذر کے وقت تیمم کو جائز قرار دیا ہو۔ حالانکہ عمار ٹھیک کہتے تھے۔ دوسرے راویوں سے بھی انکی بات کی تصدیق ہوتی ہے۔ مگر حضرت عمرؓ کو یاد نہیں رہا تھا۔ اور وہ اپنی بات پر اسقدر مصر تھے کہ لڑنے کو تیار ہو جاتے تھے۔ عمار اپنا واقعہ پیش کرتے کہ میں نے ایک دفعہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تھا۔ لیکن وہ نہیں مانتے تھے۔ بعض دفعہ کوئی بات حافظہ سے اسطرح اتر جاتی ہے کہ اس کے متعلق خیال بھی نہیں آسکتا کہ کبھی ہوئی تھی۔ یہی بات حضرت عمرؓ کو پیش آئی۔ اصل بات یہ ہے کہ حافظہ کے لئے آنکھیں۔ کان۔ ناک۔ زبان لمس وغیرہ حواس ہیں۔ انکے ذریعہ انسان کو ہر ایک بات یاد رہتی ہے مثلاً سختی کا چھونے سے پتہ لگتا ہے۔ لیکن بعض لوگوں کے جسم ایسے سخت ہوتے ہیں۔ کہ انہیں چھونے سے پتہ نہیں لگتا۔ اسی طرح بعض چیزیں دیکھنے سے یاد رہتی ہیں۔ لیکن بعض کی آنکھیں کمزور ہوتی ہیں۔ یا ایسا ہوتا ہے کہ انکی عادت غور سے دیکھنے کی نہیں ہوتی۔ اس لئے انہیں بعض چیزیں یاد نہیں رہتیں۔ مثلاً میری آنکھیں کمزور ہیں۔ اس لئے زیادہ دور کی چیزیں مجھے دکھائی نہ دینگی۔ لیکن ایک اور شخص جسکی نظر مجھ سے تیز ہوگی وہ مجھ سے زیادہ دور کی چیزیں دیکھے گا۔ اب اگر کوئی ہم دونوں سے پوچھے کہ تمہارے سامنے کیا کیا چیزیں ہیں۔ تو ہمارے بیان کرنے میں ضرور اختلاف

ہو گئے۔ پھر جن کی نظر کمزور ہو۔ ان سے چیزیں بھی کم یاد رہتی ہیں کیونکہ اس کے دماغ پر دیکھنے کا اثر کم پڑتا ہے۔ ہاں اگر وہ ایک چیز کو بار بار دیکھے۔ تو جسطرح پھیکی سیاہی پر بار بار قلم پھیرنے سے شوخ سیاہی ہو جاتی ہے۔ اسی طرح اس کے بار بار تکرار سے اس کے دماغ پر گہرا اثر پڑتا ہے۔ اس لئے وہ اسے یاد رہتی ہے۔ اسی طرح بعض لوگوں کے کان کمزور ہوتے ہیں۔ وہ ایک آدھ دفعہ سنی ہوئی بات کو یاد نہیں رکھ سکتے۔ مگر بار بار سننے سے خوب یاد رکھتے ہیں۔ وہ لوگ جن کی آنکھیں کمزور ہوتی ہیں۔ اور حافظہ بہت تیز ہوتا ہے ان کے حافظہ کے تیز ہونے کی یہی وجہ ہے کہ چونکہ وہ آنکھوں کی بجائے کانوں کو زیادہ استعمال کرتے ہیں۔ اس لئے شنوائی کا اثر ان کے دماغ پر بہت گہرا پڑتا ہے۔ اسی طرح ایک بہرہ آنکھوں دیکھی چیز کو بہ نسبت سنی ہوئی کے زیادہ یاد رکھتا ہے۔ کیونکہ وہ زیادہ غور سے نظر ڈالنے کا عادی ہوتا ہے اور کانوں کا کام بھی آنکھوں سے ہی لیتا ہے۔ اکثر اشیاء کے یاد رکھنے کے متعلق انسان دو چیزوں سے کام لیتا ہے اول آنکھوں سے دیکھتا ہے۔ دوم کانوں سے سنتا ہے مثلاً ایک شخص کا نام عمرالدین ہے۔ وہ جب سامنے آئے تو کان اس کا نام سن کر کہتے ہیں کہ یہ عمرالدین ہے۔ آنکھیں اس کی شکل کا نقشہ اتارتی ہیں۔ اگر یہی شخص ایک پردہ کے پیچھے کھڑا ہو کر اپنا نام بتائے۔ تو ممکن ہے کہ وہ شخص اسکو نہ پہچان سکے۔ جس کے کانوں نے اسکی آواز کو سنا۔ اور جسکی آنکھوں نے اس کا نقشہ اتارا۔ لیکن ایک نابینا انسان جس نے صرف کانوں کے ذریعہ اسکو پہچانا تھا۔ اسکی آواز سنکر فوراً معلوم کر لیگا۔ کیوں؟ اس لئے کہ جب وقت اس نے نام سنا تھا۔ تو بہ نسبت ایک بینا شخص کے اسکی قوت سامعہ نے اس کے دماغ پر بہت گہرا اثر ڈالا تھا۔ پس ان حواس کے ذریعہ حافظہ بعض باتوں کو بھول جاتا ہے۔ اور بعض کو یاد رکھتا ہے۔ لیکن بھول جانے والے کی نسبت یہ کہنا کہ جھوٹ بولتا ہے۔ سوائے اس کے اور کیا نتیجہ پیدا کر سکتا ہے کہ فساد پھیلے۔ مگر بہت لوگ ایسے ہیں۔ جو کسی جھگڑا یا اختلاف کے وقت ایکدوسرے کی نسبت کہہ دیتے ہیں ٭

میں ایک دفعہ ایک جماعت کے ہاں گیا۔ اب تو وہ بہت مخلص ہے۔ اس کے قریباً سارے ممبر ایسے ہیں۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ کے ہیں۔ مگر تعمیل احکام میں سب سے زیادہ سست۔ وہاں جا کر مجھے معلوم ہوا۔ کہ یہاں کے لوگوں میں نا اتفاقی ہے۔ میں نے انکو بلا کر پوچھا۔ ہر ایک نے یہی کہا کہ ہم میں کوئی ناراضگی نہیں ہے۔ یہ بات آپ تک غلط پہنچائی گئی ہے۔ میں نے پوچھا فلاں آدمی کیوں مسجد میں نہیں آتا۔ فلاں کیوں نہیں آتا۔ اس کا جواب مجھے یہ دیا گیا۔ کہ فلاں کی فلاں سے اور فلاں کی فلاں سے لڑائی ہوئی ہوئی ہے میں نے کہا کہ جب ایکدوسرے کی آپس میں لڑائی ہے۔ تو پھر اتفاق کیسا؟ اور جماعت کیسی؟ اس قسم کی نا اتفاقی کو انہوں نے افراد کی نا اتفاقی قرار دیا ہوا تھا نہ کہ جماعت کی۔ میں نے ان میں صفائی کرا دی۔ انہیں یہ بات بہت معمولی معلوم ہوتی تھی۔ لیکن درحقیقت وہ بہت بڑے اور خطرناک نتائج پیدا کرنے والی تھی۔ تو چھوٹی چھوٹی باتوں میں بھی بہت احتیاط کرنی چاہیئے۔ اور فوراً کسی پر جھوٹے ہونے کا فتوے نہیں لگا دینا چاہیئے۔ تم لوگ کیوں ایسا طریق اختیار نہیں کرتے۔ جس میں تمہارا بھی فائدہ ہو۔ اور کسی کو نقصان بھی نہ پہنچے۔ اور وہ یہ کہ جسطرح خود بھول جاتے اور نسیان کر بیٹھتے ہو۔ اسی طرح دوسرے کو سمجھ لیا کرو۔ اور اسطرح بھی کسی کا حق غصب نہیں ہو سکتا۔ بات وہی رہتی ہے۔ البتہ احتیاط کا پہلو ہو جاتا ہے ٭

پس یہ بات خوب یاد رکھو کہ جو بات کسی کے متعلق کہو پہلے اپنے نفس میں اس کے متعلق خوب غور کر لو کہ جو الزام دوسرے پر لگاتا ہوں۔ کیا میں اس سے بری ہوں۔ افسوس کہ بہت کم لوگ اس بات پر غور کرتے ہیں۔ اگر غور کریں تو بہت سے فساد اور جھگڑے دور ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کو اسکی سمجھ دے۔ اور دوسروں کی عیب جوئی سے بچا کر اپنے نفس کے محاسبہ کی توفیق بخشے ٭

"ختم نبوت"

(نوشتہ ماسٹر عبدالرحمٰن صاحب کالاپانی)

کتاب النبوۃ فی الاسلام کے مطالعہ سے معلوم ہوا کہ مولوی محمد علی صاحب کی وہ تحریر نہیں رہی جو کبھی ہوا کرتی تھی تعجب ہے کہ تکذیب اور اعتراض کرنے میں مولوی صاحب نے آریوں کی سی ہنسی اور تمسخر سے بھی کسی قدر حصہ لیا۔ بعض اوقات حضرت خلیفۃ المسیح پر اعتراض کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود پر ہاتھ صاف کیا ہے۔ میرے نزدیک ختم نبوت ہی اسلام کی جان ہے جسکی تفصیل حسب ذیل ہے

ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین ..... ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی یایھا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما۔ اسی حکم الہی کی تعمیل میں ہر نماز میں حکم ہے۔ کہ ہم دعا مانگیں اللھم صل علی محمد وعلی ال محمد کما صلیت علی ابراھیم وعلی ال ابراھیم انک حمید مجید۔ اللھم بارک علی محمد وعلی ال محمد کما بارکت علی ابراھیم وعلی ال ابراھیم انک حمید مجید ٭

کفار کا اعتراض تھا کہ آپ کے اولاد نہیں۔ اور آپکی وفات کے بعد آپکا روحانی سلسلہ نابود ہو جائیگا۔ اللہ کریم نے انکو جواب میں فرمایا۔ کہ ہم اس روحانی باغ کی آبپاشی کے لئے اسقدر روحانی فرزند عنایت کرینگے۔ کہ ان کے مقابلہ میں جسمانی اولاد کی ضرورت ہی نہ ہوگی یعنی ہم روحانی اولاد میں رسول بھی پیدا کرینگے۔ اور نبی بھی مبعوث فرمادینگے۔ اسی لئے حکم فرمایا کہ سب مومن اور فرشتے نبی پر درود بھیجیں اور ہم خود بھی نبی پر رحمت بھیجیں گے۔ بلکہ فرمایا کہ اگر تم اپنی دعاؤں کو قبول کرانا چاہتے ہو تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی روحانی اولاد کی کثرت اور ترقی کے لئے ضرور دعا (درود) کر لیا کرو۔ اب ہم دیکھتے ہیں۔ کہ ہمارے درود کہنے کی غرض اور علت غائی کیلئے۔ ظاہر ہے کہ ہم تیرہ سو برس سے یہی دعا مانگتے آئے ہیں کہ اے اللہ کریم جسطرح حضرت ابراہیم اور انکی اولاد پر تو نے بے شمار رحمتیں اور برکتیں اور انعامات کئے ہیں ویسے

ہی ہمارے سید و مولی نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور انکی اولاد روحانی کو انعامات برکات اور رحمتوں سے سرفراز فرمائیو۔ یہ توصاف بات ہے۔ کہ حضرت ابراہیم اور آپکی اولاد پر جو برکات اور رحمتیں نازل ہوئیں۔ ان سے یہ مراد تو ہرگز نہیں کہ ان پر مال و دولت اور عیش و عشرت کے اسباب تنعم کے دروازے کھول دیئے گئے تھے۔ اس لئے نعوذ باللہ آل محمدؐ کو بھی دنیا کی لذات اور اسباب تنعم سے مالا مال کر دے۔ قرآن کریم میں منصوص کر آیا ہے۔ کہ ابراہیمؑ نے اپنی روحانی اولاد کے لئے جو درحقیقت انبیاء کرام تھے۔ یہی دعائیں کیں کہ ان پر وہ انعام کر جو مجھ پر کئے یعنی ان کو نبی اور رسول بنا کر لاکھوں کروڑوں بنی نوع انسان کا رہنما بنا دے یہ دُعا کچھ ایسی قبول ہوئی کہ لاکھوں نبی آپ کی اولاد میں ہوئے۔ حتی کہ بعثت محمدیہ بھی حضرت ابراہیمؑ کی قبولیت دعا کا نتیجہ ہی ہے۔ انہیں منعم علیہم لوگوں کو مدنظر رکھ کر اللہ جل شانہٗ کا حکم صادر ہوا کہ اے مومنو! تم بھی اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے ہر روز بلاناغہ دعائیں مانگا کرو کہ آپؐ (فداہ ابی و امی) اور آپ کی اولاد پہلی نسلوں سے پیچھے نہ رہ جاوے۔ بلکہ قدم آگے رکھے۔ اور خدا کرے آپکی اولاد میں ایسے ہی روحانی فیضان کے دروازے کھل جاویں (یعنی بعثت انبیاء کے) جیسے کہ حضرت ابراہیم کی اولاد پر بڑے بڑے انعامات روحانیہ ہوئے تھے۔ کما کا لفظ جیسے کہ (کما ارسلنا الی فرعون رسولا) میں آیا ہے۔ ایسے ہی دو مرتبہ درود میں کما کا لفظ آیا ہے۔ اگر صرف دعائیں ہی منگوانی تھیں۔ اور امت محمدیہ میں کوئی نبی مبعوث نہیں کرنا تھا۔ تو ... ... قرآن اور احادیث میں اس کا تکرار بے سود ٹھہرتا ہے۔ جو اللہ اور رسول کی شان کے شایان نہیں ہے۔ آپ ہی تو خدا فرمائے کہ تم دعائیں مانگا کرو کہ اللہ کریم امت محمدیہ پر بھی ایسی ہی روحانی بارش کی برسات لگائے جیسے کہ ابراہیم کی اولاد اور امت پر لگائی تھی۔ مگر در پردہ (بقول مولوی محمد علی صاحب) کوئی نبی امت محمدیہ میں مبعوث کرنے کی نیت نہیں کی ہوئی تھی ❊

مکرر عرض ہے کہ صلوا علیہ اور کما صلیت ... کما بارکت میں خدا اور اس کے رسول نے یہ دعا نہیں سکھائی تھی کہ ہمیں روز بینہ کی روٹی آج دے اور دنیاوی نعمتوں اور اکل و شرب اور اسباب تنعم و تعیش سے سرفراز کر جیسے کہ ابراہیمؑ اور اسکی اولاد کو کیا تھا۔ نبیوں کا یہ کام نہیں ہوتا کہ اپنی امت کو جیفۃ الدنیا کا طالب بنانے کی دعائیں سکھائیں بلکہ وہ ان کے خادم دین و دنیا کی دونوں نعمتوں سے سرفرازی کے طالب ہوتے ہیں۔ تعجب ہے۔ کہ اسلام میں صدہا بادشاہ تو ہوئے۔ مگر روحانی بادشاہ لوگوں کو کڑوہ لگتا ہے یہ اندھی دنیا کا حال ہے۔ اس میں شک نہیں کہ امت محمدیہ میں نبی ہو سکتے ہیں مگر بغیر جدید شریعت کے۔ اور بقول حضرت مسیح موعودؑ نبی کے لئے ضروری نہیں کہ صاحب شریعت ضرور ہو۔ بغیر شریعت کے نبی ہو سکتے ہیں

(ایک غلطی کا اظہار) یہ سوال کہ آیندہ اور بھی نبی ہونگے اس کا علم خدا کو ہے مگر خدا کے فضلوں کی کون حد بست کر سکتا ہے۔ خود مسیح موعود فرماتے ہیں کہ ممکن ہے کہ میرے بعد اور مسیح بھی آویں۔ اور وہ اپنے دعاوی اور دلائل خود قرآن مجید سے نکال لینگے۔ ہر مرض کا علاج وقت پر نکل آیا کرتا ہے۔ قبل از مرگ واویلا جائز نہیں مگر آیات اما یاتینکم رسول منکم یقصون علیکم آیاتی اور مماثلت تامہ آل حضرت ابراہیم و آل محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے صاف روشن ہے۔ کہ خدا کے فضلوں کی کوئی حد بست نہیں کر سکتا۔ مولوی محمد علی صاحب نہ معلوم کیوں اس کو ترک کر گئے۔ اور اس بحث سے چوک گئے۔ کہ میں صاحب شریعت نبی نہیں ہوں۔ ورنہ میں خدا کے حکم سے نبی ہوں ... ... اور نبی کے لئے شریعت لانا کوئی ضروری نہیں " یہ چوک مولوی صاحب کی دانشمندی پر دال ہے۔ کتابوں اور دعاؤں میں بعض لوگوں نے لاکھ لاکھ مرتبہ نبی پر درود بھیجے۔ اور اسقدر یہ دعا مانگی گئی ہے کہ اسکی حد نہ رہی۔ مگر اس کی قبولیت پر ان لوگوں پر قیض وارد ہوتا ہے۔ غیر احمدی اور غیر مبائعین بھی اسی طرح اھدنا الصراط المستقیم ..... ولا الضالین کی قبولیت پر اور عام مسلمانوں کے مثیل یہود ہوتے پر اور علماء کے بشرا بشر اُسکے مطابق ظہور پذیر ہونے پر چیں بجبیں ہوتے ہیں۔ کیا مولوی محمد علی صاحب عام مسلمانوں کو جنہوں نے مسیح موعود کا انکار کیا ہے۔ انہیں مثیل یہود مانتے ہیں یا نہیں۔ مثیل مسیح بھی آ گیا۔ بعض مثیل یہود بھی بن گئے۔ نبی مبعوث بھی ہو گیا۔ اور نبی کی وفات پر خدا کے فضل سے کثرت خدام مسیح موعود کو ہدایت پر جمع بھی کر دیا مگر غیر مبائعین ہر ایک مذکورۃ الصدر بات سے منکر ہوتے جاتے ہیں۔ خدا انپر رحم کرے ❊

لارڈ کچنر ڈوب گئے

ہمارے ناظرین اس افسوسناک خبر کو سُن چکے ہوں گے کہ گورنمنٹ انگلشیہ کے مشہور و معروف وزیر جنگ لارڈ کچنر ۵ ؍جون کی رات کو جہاز ہمپشائر میں جزائر آرکنز کے مغرب میں اپنے شاف سمیت ڈوب گئے۔ صحیح طور پر یہ معلوم نہیں ہو سکا۔ کہ جہاز سرنگ سے ٹکرا کر غرق ہوا ہے۔ یا تارپیڈو کے ذریعہ۔ چونکہ اس وقت سمندر میں سخت طوفان تہا۔ اس لئے بدقسمتی سے باوجود ہر قسم کی کوشش اور سعی کے کسی کو نہ بچایا جا سکا۔ البتہ بعد میں سرکاری طور پر اعلان کیا گیا ہے۔ کہ ایک وارنٹ آفیسر اور گیارہ آدمی ایک تختے پر بہتے ہوئے کنارے آ لگے ہیں۔ لارڈ موصوف گورنمنٹ انگلشیہ کے ایک درخشندہ رکن اور موجودہ ایام جنگ میں اپنے کارہائے نمایاں کے لحاظ سے ایک قابل قدر انسان تھے گورنمنٹ برطانیہ کو ان پر جسقدر بھروسہ اور اعتماد تھا۔ وہ حضور ملک معظم کے ان الفاظ سے معلوم ہو سکتا ہے جو آپنے تعزیت کے طور پر لارڈ کچنر کی ہمشیرہ کو بذریعہ تار بھیجے۔ ہز مجسٹی نے لکھا۔ کہ ان کا ایک قدیمی اور قیمتی دوست کھویا گیا ہے۔ جسکی وفاداری و عقیدت پر انہیں ہمیشہ پورا پورا اعتماد تہا۔ لارڈ کچنر ایسے قابل انسان کی ایسے وقت میں موت جبکہ انکی سخت ضرورت تھی۔ ایک ایسے نقصان کا باعث ہوئی ہے۔ جسکی تلافی اسی کے ہاتھ میں ہے جسنے لارڈ کچنر کو اپنی خدمات کے اور زیادہ وسیع کرنے کی مہلت نہیں دی۔ ہماری دعا ہے کہ خدا تعالی ہماری گورنمنٹ کو ان کا نعم البدل عطا کرے ❊

اگر کبھی موقعہ ملا۔ تو ہم ناظرین کو لارڈ کچنر کے ان مخصوص حالات سے آگاہ کرینگے۔ جو انکی شہرت اور ناموری کا باعث ہوئے۔ اور انہیں ایک معمولی حالت سے ترقی کر کے انتہائی درجہ تک لے گئے ❊

اسلام کا خطاب احمدی سے

احمدی ذرا بیدار ہو کر سن اور اسلام کی تاریخ پر ایک نظر دوڑا دیکھ اور غور کر کہ اسلام کیا چیز ہے۔ پھر اے احمدی اپنی اندرونی حالت کو دیکھ اور باریک بین نگاہوں سے مطالعہ کر۔ کہ آیا تو واقعی مسلم ہے اور تجھ پر احمدیت کی تعریف پورے طور سے صادق آتی ہے۔ اور پھر تو کہاں تک اپنے اس دعوی میں سچا ہے "کہ تو احمدی ہے"۔ کیا تو اللہ تعالے کا کامل فرمان بردار ہے اور کیا تیری کوئی خواہش سوائے اللہ تعالیٰ کی خواہش کے باقی نہیں ہے۔ کیا تو نے اپنے تئیں خدا کے ہاتھ میں مردہ کی طرح ڈال دیا ہے کیا تیرا جینا۔ اور مرنا۔ کھانا اور پینا سونا اور جاگنا۔ چلنا اور پھرنا۔ خدا سے اور اس کی مخلوق سے تعلق صرف خدا کے لئے ہے۔ کہاں تک اور کس حد تک تو نے اس کے احکام کی پابندی کی ہے۔ اور کونسی قربانی تو نے اس کی راہ میں کی ہے یا آئندہ کم از کم قربان ہونے کی کتنی تڑپ اپنے اندر رکھتا ہے۔ اور کتنی بار تو نے تبلیغ حق لوگوں میں کی ہے۔ یا یونہی احمدی بنا پھرتا ہے۔ ان تمام باتوں کو سوچ اور بار بار سوچ۔

احمدی تو جانتا ہے کہ اسلام کس نے بھیجا ہے۔ اور کس کے ذریعہ سے دنیا میں آیا ہے اور پھر کن لوگوں نے اس کو قبول کیا۔ اور کون کون سے زمانے گذرے۔ کبھی تاریخ اسلام پر غور کیا ہے۔ سن کہ اسلام کو بھیجنے والا اللہ تعالےٰ ہے۔ جو تیرا اور کل موجودات کا خالق ہے۔ مالک ہے رب ہے۔ اور پھر وہ رحمٰن ہے رحیم ہے۔ جس نے محض اپنے فضل سے اسلام جیسے دین کو دنیا میں بھیجا۔ تا اس کی مخلوق گمراہ نہ ہو۔ اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی وساطت سے اسلام لوگوں تک پہنچایا۔ جو نبیوں کا سردار ہے۔ مالکِ کونین ہے۔ خاتم ہے تمام نبیوں کا۔ رحمت للعالمین ہے۔ دنیا اور ما فیہا میں سوائے ذات باری تعالےٰ کے سب سے بلند مرتبہ۔ سب سے بڑا انسان ہے۔ جس نے اسلام کو دنیا میں پہونچانے اور قائم کرنے کے لئے اپنا لہو۔ اپنا مال اپنا اسباب۔ اپنا گھر۔ اور اپنی تمام طاقت خرچ کی کہ اتنے بڑے عظیم الشان انسان نے اسلام کے لئے وطن کو چھوڑا۔ لوگوں کو چھوڑنے کا حکم دیا۔ عزیزوں اور رشتہ داروں کو ترک کیا۔ اور پھر ان لوگوں کے حالات کو غور سے پڑھ کہ جنہوں نے اسلامی احکامات کو مان کر اس کو قابلِ قبول اور اسلام کے حکموں پر کاربند ہو کر اسلام کو قابلِ عمل دین ثابت کیا۔ وہ لوگ اور نبیوں کے ہم مرتبہ انسان ہیں ان سے خدا راضی اور وہ خدا سے راضی کے مصداق ہیں۔ انہوں نے ہاں ان لوگوں نے اسلام کے لئے لہو اور پانی ایک کر دیا۔ اس کی حفاظت کیلئے انہوں نے جانیں دی ہیں۔ اس کی اشاعت میں گردنیں کٹوائی ہیں۔ اس کے لئے سینے پر تیر کھائے ہیں۔ اپنے بال بچوں کو ذبح ہوتے دیکھا ہے گھروں کو لٹتے دیکھا ہے اور انہوں نے اس کے لئے جلتی ہوئی ریت پر۔ چلنے والی ہوائیں تیروں کی بوچھاڑ میں۔ تلواروں کے سایہ میں۔ بادل کے طوفان و بجلی کی کڑک میں دشمنوں سے لڑائی کی ہے۔ دریاؤں کو اور سمندروں کو۔ جنگلوں اور پہاڑوں کو۔ صحراؤں اور ریگستانوں کو انہوں نے اس کے لئے طے کیا۔ ہر ایک مشکل کو۔ ہر ایک مصیبت کو ہر ایک تکلیف کو انہوں نے برداشت کیا۔ تو جانتا ہے کہ ان سب باتوں کا کیا نتیجہ نکلا۔ یہ کہ اسلام دنیا میں پھیل گیا۔ دنیا میں مسلمانوں کا زور ہو گیا۔ ملک پر ملک ان کے قبضہ میں آ گئے سرسبز و شاداب مقامات کے دریاؤں اور نہروں پہاڑوں اور میدانوں کے۔ مال اور دولت کے شہروں اور قلعوں کے غرضیکہ دنیا میں وہ ہر اک چیز کے مالک ہو گئے۔ وارث انعام الٰہی ہوئے۔ بہشت میں داخل ہونے والے وہ ہوئے۔ اگر کوئی مر کر زندہ ہوا تو وہ ہوئے۔ بادشاہ وہ ہوئے۔ صاحب تخت و تاج وہ ہوئے۔ صاحب قرآن وہ ہوئے علم و فضل میں۔ تقویٰ و طہارت میں کامل وہ ہوئے۔ خدا اور رسول کی فرمانبرداری اور اطاعت میں کامل وہ ہوئے پس اے احمدی گر چاہتا ہے کہ تو بھی ویسا ہی ہو جائے جیسا کہ صحابہ تھے تو وہ کام کر جو انہوں نے کئے تھے۔ قربانی کر اور قربان ہو جا۔ کیونکہ انہوں نے جو یہ مرتبہ حاصل کیا تو قربانی کر کے حاصل کیا۔ بغیر قربانی تیرے لئے بھی یہ ناممکن ہے۔

پھر تو اے احمدی تاریخ کے ان اوراق پر نظر کر جبکہ لولاک نبیوں کا سردار۔ انسانوں میں سب سے بڑا انسان خدا سے جا ملا۔ اور دنیا میں اپنا ایک نمونہ چھوڑ گیا کہ یوں خلق خدا سے سلوک کرتے ہیں اور یوں خدا سے تعلق قائم کرتے ہیں۔ اس وقت اسلام پر ایک سخت زلزلہ آیا جس نے اسلام کی ہستی کی بنیادوں کو جڑوں سے ہلا دیا۔ اور یہ قصر گرنے ہی کو تھا۔ کہ خدا کے وعدے کے مطابق اک صدیق کھڑا ہوا۔ اور گرتی عمارت کو سنبھال لیا۔ اور جو کمزوری پڑ گئی تھی اسے دور کر دیا۔ اور جو اینٹیں عمارت سے علیحدہ ہو گئی تھیں پھر نئے سرے سے عمارت میں لگا دیں۔ اس کے بعد پے در پے تین دور آئے جن میں دوسرا دور بہت زبردست دور تھا۔ اس وقت اسلام کی ترقی کی رفتار سمندری لہروں سے زیادہ تیز تھی اور بڑھنے کا سیلاب عرب کے بیابانوں سے اٹھا۔ ایران اور روم۔ مصر اور یمن اور ارد گرد کے علاقے میں دیکھتے دیکھتے پھیل گیا۔ اور جہاں بھی گیا اسلام کے سوا کوئی اور مذہب باقی نہ رہا۔ (اتنا زبردست اور تیز ترقی کا سیلاب پھر کبھی آج تک نہیں آیا۔ صدی کے بیشتر حصہ میں اسلام نے وہ ترقی کی کہ بعد میں صدیوں میں جا کر ویسی ترقی ہوئی۔ پس اے مخاطب احمدی اب پھر وہی زمانہ ہے۔ اٹھ اور ان لوگوں کے نقش قدم پر قدم مار۔ میرا مطلب یہ ہے کہ تو اپنی دعاؤں سے اپنی تقریروں سے اپنی تحریروں سے ایسی جدوجہد کر کہ جان تک لڑا دے۔

احمدی تجھکو اندرونی جھگڑوں سے گھبرانا نہ چاہئے اگر جماعت میں اختلاف ہو گیا ہے اور چند لوگ علیحدہ ہو گئے ہیں تو تجھکو اب پورے جوش سے کام کرنا چاہئے۔ تا کہ جو کمی ہو گئی ہے۔ پوری ہو جائے۔ اسلام پر بھی وہ زمانہ آیا ہے۔ سب سے پہلے صدیق اکبر کے زمانہ میں آیا ہے۔ اور پھر حضرت علی کے زمانہ میں آپس میں تلوار چلی ہے۔ ہزاروں ہزار صحابی غلط فہمی کے سبب سے شہید ہو گئے تھے۔ ہزاروں ہزار جانیں آپس کی شکر رنجیوں

کے سبب سے ضائع ہو گئیں تھیں۔ مگر قربان جاؤں ان کے کہ انہوں نے استقلال کو ہاتھ سے نہ دیا۔ اپنے فرض منصبی کو نہ بھولے۔ اور اسلام کے لئے سپین سے لیکر ہندوستان تک۔ چین سے لیکر یورپ تک اور مشرق سے لیکر مغرب تک جان تک وقت دینے والے پیدا ہوتے ہی رہے۔ اب تو بھی اسی ہمت سے کام لے۔ اور اسی جوش اسی سپرٹ سے کام میں لگ جا۔ ورنہ تیرا حال خراب ہوگا اور کوئی اور قوم پیدا ہو جائیگی۔ جو کہ خدا کے لئے کام کرنے والی ہوگی۔ کیا تو نہیں دیکھتا۔ کہ جبتک مسلمانوں نے قرآن کو سینوں سے لگائے رکھا۔ جبتک مسلمانوں نے اس کے احکامات کی پابندی دل و جان سے کی۔ جبتک ان کو اسلام کی ترقی اور تبلیغ کا خیال رہا۔ جبتک وہ اپنے رب کی پیروی اور فرمانبرداری کرتے رہے اس وقت تک فتح اور ظفر کی باگ ان کے اشارے پر گھومتی تھی۔ اس وقت ان کی ترقی کا ستارہ سب سے اونچا چمکتا تھا۔ اور ان کے اقبال کا سورج تمام جہان پر روشنی ڈال رہا تھا۔ جاہ حشمت۔ دولت سلطنت۔ عزت و تمکنت۔ رعب و حکومت سب کچھ ان کی تھی۔ ان کے حوصلے بلند تھے۔ ان کے ارادے اونچے تھے۔ ان کی ہمتیں چست تھیں۔ اور جس طرف میرے مولا کا نام لیکر رخ کرتے تھے فتح ان کے پاؤں چومتی تھی اور جہاں بھی جاتے تھے کامیاب ہو ہی جاتے تھے۔

دیکھ لیا تو نے احمدی کہ تاریخ ان کے کارناموں سے بھری پڑی ہے۔ یہ کیوں ہوا۔ اس لئے کہ جب انہوں نے اس آیت کو سنا تو ہر ایک چیز کو خدا کے راستہ میں اسلام کی ترقی میں۔ قرآن کی حفاظت میں ہیچ خیال کیا۔ اور اب تو بھی ویسا ہی کر کیونکہ پھر دوبارہ یہی حکم تیرے لئے ہے اگر عمل نہیں کریگا تو سن وہی نتیجہ ہوگا جس کی طرف یہ آیت اشارہ کرتی ہے کہ قل ان کان اٰباؤکم و ابناؤکم و اخوانکم و ازواجکم و عشیرتکم و اموال ن اقترفتموها و تجارة تخشون کسادها و مساکن ترضونها احب الیکم من الله و رسوله و جهاد فی سبیله فتربصوا حتی یاتی الله بامره والله لا یهدی القوم الفاسقین۔

یعنی انکو کہدے اگر تمہارے بیٹے اور بھائی۔ تمہاری عورتیں اور تمہارا کنبہ برادری تمہارے مال جو تم نے محنت سے کمائے اور تمہاری سوداگری جس کے بند ہونے کا تمکو خوف ہے۔ اور تمہاری حویلیاں جو تمہارے دلپسند ہیں خدا سے اور اس کے رسول سے خدا کی راہ میں اپنی جانوں کو لڑانے سے پیارے ہیں تو تم اس وقت تک منتظر رہو۔ جبتک کہ خدا اپنا حکم ظاہر کرے خدا فاسقوں کو اپنی راہ کبھی نہیں دکھائیگا۔ صحابہ نے ان احکامات کو سنکر ہر ایک چیز اسلام کے خدا کے لئے اس کے رسول کے لئے قربان کر دی اور اب یہی حکم تیرے لئے ہے تو بھی اسی کا کاربند ہو جا۔ آج اعمال صالح یہی ہیں کہ جو ان آیات میں بیان ہوئے ہیں۔ یعنی خدا کی راہ میں اور اسلام کی تبلیغ میں سب کچھ قربان کر دیا جاوے۔

مسلمان جب تک اس قانون پر چلتے رہے جو ان کے رب نے ان کی طرف قرآن کی صورت میں نازل فرمایا تھا۔ جب تک مسلمان قرآن کی عزت کرتے رہے۔ اور لوگوں کو پیغام حق پہنچاتے رہے۔ اور ان میں اسلام کے لئے غیرت باقی رہی اس وقت تک خدا نے ان کی مدد کی اور رہنمائی فرمائی۔ کیا تجھ کو خبر نہیں ہے کہ حضرت عمر اور خالد بن ولید جیسے مدبر اور فتح مند جرنل اسلام میں پیدا ہوئے۔ حضرت علی سے شجاع۔ صلاح الدین سے کامیاب محافظ۔ فخر الدین سے مفسر۔ غزالی سے فلاسفر۔ سیوطی سے محقق۔ بو احمد اور بو علی سینا سے حکیم۔ محی الدین ابن عربی سے صوفی۔ معین الدین چشتی سے مبلغ قرآن پر ہی چلکر خدا کے فضل سے ہوئے ہیں بنی امیہ اور بنی عباس نے قرآن سے سلطنت کرنی سیکھی ہے۔ محمود نے اشاعت توحید قرآن سے ہی پڑھی ہے۔ ترکوں اور مغلوں نے سلطنتیں قرآن ہی کے صدقے میں پائیں۔ مگر جب مسلمانوں نے قرآن کو خدائی امانت کو سینوں سے لگانا چھوڑ دیا۔ اس پر کاربند ہونا ترک کر دیا۔ تو پھر رب نے مسلمانوں کو بھی چھوڑ دیا۔ سپین سے جو نکلے تو قرآن کو پس پشت ڈالنے کے سبب سے۔ یورپ میں جو برا حال ہوا۔ تو اس کا بھی یہی سبب تھا۔ چین ترکستان۔ ایران و بلوچستان میں قرآن کو چھوڑنے کے سبب سے زوال آیا۔ اور جزائر میں جو ان کی ہستی خاک میں ملی تو اسلام کی عملاً ہتک کا نتیجہ ہے۔ غرضیکہ جہاں بھی مسلمان گرے اور گر کر نہ سنبھلے اس کا سبب قرآن پر نہ چلنا۔ اور گرتے ہی گرتے چلے گئے۔ تاریکی کا بادل مسلمانوں کی حالت پر چھا گیا۔ روشنی کی جگہ تاریکی نے لے لی۔ علم کی جگہ جہالت کی حکمرانی ہونے لگی۔ شرک میں یہ مبتلا ہو گئے پیر پرستی قبر پرستی ان میں رائج ہو گئی۔ اخلاق ان کے بگڑ گئے۔ عادتیں ان کی بگڑ گئیں۔ یہودیوں کے خصائل ان کے اندر پیدا ہو گئے۔ چوری اور لوٹ اور زنا و بدکاری فسق و فجور ان کی گود میں پلنے لگے۔ قیدخانے ان سے بھر گئے۔ غیر مذاہب میں سب سے بڑی تعداد میں یہ داخل ہونے لگے۔ غیر مذاہب کے حملے چاروں طرف سے ان پر شروع ہو گئے۔ قرآن پاک پر فضول اعتراض۔ دنیا کے سب سے بڑے انسان پر ناپاک اتہام لگانے لگے۔ کہیں مسلمانوں کو جہالت نے تباہ کیا۔ کہیں تعلیم فلسفہ کے رنگ میں انکی تباہی کے لئے حملہ آور ہوئی۔ غرضیکہ مسلمانوں کی حالت کا یہ آیت ٹھیک نقشہ کھینچ رہی تھی۔ ظهر الفساد فی البر والبحر۔ ٹھیک اس وقت ہاں اس وقت خدا کی غیرت جوش میں آئی اور ایک آواز غار حرا کی آواز جیسی گونجتی ہوئی قادیان کی سرزمین سے بلند ہوئی۔ ایک اور رحمۃ للعالمین نام پانے والا ہے سے ظاہر ہوا دنیا کو آواز دی اور للکارا۔ بس آواز کیا تھی ایک بجلی کی کڑک تھی جس نے سوتی ہوئی دنیا کو ہلا دیا۔ ایک سرے سے اس سرے تک مذہبیوں میں جان سی پڑ گئی اور اک آن میں مسلم دنیا کا رنگ بدل گیا۔ اس نے اپنے آقا کے کام کو اپنے آقا ہی کے نقش قدم پر چلکر ویسا ہی اچھی طرح سرانجام دیا۔ اور سرانجام دیکر اپنے آقا کی طرح اپنے خدا سے جا ملا۔ اب اے احمدی تو اس کے کرشمہ کا ننھا سا بیج ہے۔ تو اس کی جماعت کا ایک فرد ہے جو اس نے قائم کی۔ تیرا کام وہ بتلایا گیا ہے اٹھ دیکھ کہ وہی قرآن ہے جس نے ۱۳۰۰ برس پہلے مسلمانوں کو دنیا میں کامیاب کیا تھا۔۔۔۔ وہی باتیں ہیں اور وہی

احکامات ہیں ہاں بڑی ضرورت ہے۔ انکو سخت مصائب کا سامنا تھا۔ تم کو ان جیسی مصائب نہیں ہیں۔ تم امن میں ہو۔ وہ امن میں نہیں تھے۔ ان کے مال جان کے گھر کے اولاد کے تم سے زیادہ اور قوی دشمن تھے۔ تمہاری جانیں بھی محفوظ ہیں۔ تمہارے بال بچے آرام میں ہیں۔ تمہارا مال و اسباب حفاظت میں ہے۔ اٹھو اور قرآن کو بغلوں میں دبا کر نکل کھڑے ہو۔ صحابہ کا تیار کردہ نقشہ اور پروگرام تیار ہے ان کے نقش قدم پر قدم مارو۔ ہاں فرق اتنا ہے۔ کہ انہوں نے تلوار سے کام لیا جو کہ سخت تھا۔ تم کو قلم سے اور زبان سے کام لینا ہے۔ جو کہ سہل اور آسان ہے۔ یہ آواز آرہی ہے اور زور سے آرہی ہے جاهدوا فی سبیل اللّٰہ۔ خدا کے راستے میں جہاد کرو۔ اسلام کے قیام کے لئے اسلام کی ترقی کے لئے۔ اس کو پھیلانے کے لئے جہاد کرو۔

یہ جہاد کیا ہو۔ پہلے اپنے نفس سے کیا جاوے پہلے اپنی دنیوی خواہشات سے۔ دنیوی محبت اور نفسانی جذبات سے جہاد ہو۔ اندرونی گند اور اندرونی پلیدی سے جہاد ہو۔ سستی و غفلت۔ کاہلی و تساہل سے جہاد ہو۔ آرام و آسائش تن پروری سے جہاد ہو۔ اور سب سے بڑھکر اپنے اندر کے شیطان سے جہاد ہو۔ پھر گھر والوں۔ بیوی بچوں۔ رشتہ داروں۔ خویشوں اور عزیزوں سے جہاد ہو۔ پھر جہاد کے سرکل کو اس قدر وسیع کرو کہ ہر ایک احمدی اکیلا اپنے مقابل میں دنیا کو سمجھے۔ اور ہر ایک اپنے تئیں ان تمام باتوں کا ذمہ دار ٹھہرائے۔ جو کہ خدا نے ان کے لئے مقرر کی ہیں۔ اور یہ خیال کرے کہ میں اکیلا ہوں۔ دنیا ایک طرف ہے اور میں نے تمام دنیا کو اسلام کی تبلیغ کرنی ہے۔

جب تمہاری ہمتیں۔ تمہارے حوصلے۔ تمہارے ارادے اس قدر بلند اور اس قدر اونچے ہوں گے ضرور ہے کہ تم کامیاب ہو اور پھر یہ بشارت اے احمدی کیا کسی اور کے لئے ہے؟ نہیں تیرے ہی لئے ہے۔ یبشرهم ربهم برحمة منه ورضوان وجنت لهم فیها نعیم مقیم خالدین فیها ابدا

تیرے رب کی بشارت تیرے لئے ہے تیرے رب کی مہربانی تیرے لئے۔ باغوں کی بشارت تیرے لئے جنت کی بشارت تیرے لئے ہے ہمیشہ ہمیشہ بہشت رہنے کی بشارت تیرے لئے ہے۔ یہ ہیں بشارتیں جو تیرا رب تجھکو دیتا ہے۔ اٹھ اپنے آقا کے حکم کے ماتحت جہاد کر اب **تلوار کا وقت نہیں ہے قلم سے تلوار کا کام لینا ہے**۔ زبان سے تلوار کا کام لینا ہے۔ روپیہ سے پیسہ سے۔ اپنی کمائی سے تلوار کا کام لینا ہے۔

اے احمدی اگر تجھکو ضرورت پیش آئے اور حکم ملے کہ رشتہ داروں سے۔ عزیزوں سے بیوی بچوں سے جدا ہو جاؤ۔ تو فوراً جدا ہو جاؤ۔ اگر اسلام کیلئے جان دینی پڑ جائے۔ تو دیدو۔ اے نوجوان احمدی پیچھے مت ہٹنا۔ بلکہ بڑھکر قدم رکھنا۔ جبتک تو اپنی قربانیاں نہیں کریگا۔ جبتک تو اس قدر جوش نہیں دکھلائیگا۔ جبتک تیرے اندر یہ تڑپ پیدا نہ ہوگی۔ تو سمجھ لے کہ تو اسلام کو دنیا میں پھیلانے اور قائم کرنے کے قابل نہ ہو سکیگا۔ جتنی بڑی قربانی ہوگی۔ اتنی ہی بڑی کامیابی ہوگی۔

اے احمدی یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ موت سے ڈرنا۔ یہ تو ایک پردہ ہے۔ جیسا کہ خلیفۃ المسیح نے فرمایا ہے۔ کہ یہ تو پردہ ہے جو تیرے محبوب اور تیرے درمیان حائل ہے اگر اپنے محبوب کو ملنا چاہتا ہے اس کو پھاڑ دے... جان۔ تجھکو خدا کی امانت کے سپرد کرتے ہوئے نہ جھکنا[1] چاہیئے۔ کیونکہ تو امین ہے جان خدا کی امانت ہے۔ اس کی دی ہوئی ہے اور دی ہوئی ہے۔ پس اگر تو سچا ہے اور امین ہے تو خدا کی امانت اس کے سپرد کرتے ہوئے ایک دم کے لئے بھی دل پر میل نہ لانا۔ اس کے دین کیلئے۔ اس کے رسول کے لئے اس کی مخلوق کو راہ راست پر لانے کے لئے جان دیدو۔ کیونکہ دی ہوئی اسی کی ہے پھر کیا تو جانتا ہے۔ کہ تیرا رب کیا فرماتا ہے۔ سن اور غور کر ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللّٰہ اموات بل احیاء ولکن لا تشعرون۔ اے سننے والے اور غور کرنے والے احمدی خدا فرماتا ہے کہ ان کو مردہ مت کہنا۔ جو خدا کے راستے میں مارے جاتے ہیں یعنی اس کے دین کی اشاعت کرتے ہوئے جان دیتے ہیں بلکہ وہ تو زندہ ہیں۔ لیکن تو جانتا نہیں۔ کیا تو اس دنیا پر اس جائے پر عذاب میں اس زوال پذیر مقام پر ہمیشہ کے لئے آیا ہے۔ کیا تو مال و دولت کو اکٹھا کرنے۔ عالیشان محل بنانے کے واسطے آیا ہے ہمیشہ سلطنت و حکومت کرنے کیواسطے پیدا ہوا ہے۔ اگر اے احمدی تو ان باتوں کے لئے جیتا ہے۔ تو ضرور ایک روز مر جائیگا۔ اور تیری ہستی برباد ہو جائیگی۔ اور تو اپنے نام کو اپنے وجود کے ساتھ قبر میں لیجائیگا۔ اور اگر تو اس کے لئے جیتا ہے اور اس کی راہ میں جبکہ وقت آئے قربان ہونے کے لئے تیار ہے تو تو اپنی زندگی کے سامان کرتا ہے۔ زندوں میں شامل ہوتا ہے۔ تو خدا کی راہ میں قربان ہو جا۔ دیکھ خدا کی دی ہوئی جان کو اس کے لئے دیدینا۔ خدا کے امانت کو واپس اس کے راہ میں خرچ کر دینا۔ کیا یہ بہت بڑی بات ہے نہیں نہیں کوئی بڑی بات نہیں۔ اس کو یاد کرنا۔ اس کی عبادت کرنا کیا خدا تعالیٰ کو کچھ فائدہ دے گی۔ نہیں یہ سب اچھائی تیرے ہی لئے ہے جیسا کہ فرماتا ہے فاذکرونی اذکرکم واشکروا لی ولا تکفرون یعنی خدا کی یاد کر خدا تجھکو یاد کریگا۔ اور اس کا شکر کر اور انکار مت کر یہ ہے بدلہ جو تجھ کو تیرا رب اپنے فضل سے دیتا ہے کہ وہ تیری یاد کے بدلے میں تجھ کو یاد کریگا تجھ کو ہزار ہزار سجدے شکر کے بجالانے چاہئیں۔ کہ اس قدر بڑی ہستی۔ تیرا مالک۔ تیرا خالق۔ تیرا رب تجھ کو یاد کرتا ہے۔ پس شکر کر شکر۔ اور اس کے حکموں کو تو نکر

---

[1] بعض مبلغین بعض خاص علاقوں میں تبلیغ کے لئے جانا۔ یا وہاں چند روز قیام کرنا پسند نہیں کرتے اور عذر بناتے ہیں۔ کہ وہاں کی آب و ہوا موافق نہیں یا بخار ہو جانے کا خوف ہے۔ گرمی سخت پڑتی ہے یہ ان کے لئے کہا کہ ایسی باتوں سے ڈرنا نہیں چاہیئے خواہ جان چلی جائے ۱۲

کا خدمت بن ۔

اے میرے مخاطب احمدی تو خدا کو یاد کر۔ ایسا یاد کر اور اس کا اس طرح ذکر کر۔ کہ تیری کوئی خواہش خدا تعالیٰ کی یاد کے سوا باقی نہ رہے۔ اپنے جسم کو۔ اپنی ہستی کو اس کی یاد میں فنا کر دے۔ اس کی صفات کو مدنظر رکھ وہ رحیم ہے۔ تو تو بھی لوگوں پر رحم کر۔ وہ ستار ہے تو بھی چشم پوشی کر وہ رب ہے تو بھی غریبوں کی مدد اور پرورش کر وہ تمام تعریفوں کے قابل ہے تو بھی اپنے تئیں تعریف کیا گیا بنا لے۔ پورے جوش سے۔ سچی تڑپ سے۔ اور نہایت خضوع اور خشوع سے اس کی جناب میں سجدے بجا لا تیرا ظاہر و باطن۔ تیرا دل و زبان ایک ہو جائے۔ اگر دل خدا تعالیٰ کو ملنے کے لئے روتا ہے تو آنکھیں اس کے ثبوت میں اشکبار ہوں۔ اور پھر تو اس طرح بھی یاد الٰہی کر سکتا ہے کہ اپنے رب کے نام کو۔ اس کی توحید کو۔ اس کی کتاب کو۔ اس کی تعلیم کو دنیا میں تو پھیلائے اور پھیلائے۔ تبلیغ کرنے کا جو حق تجھ پر ہے تو پورا کرے۔ اور ہر ایک ممکن قربانی اپنے اوپر واجب جانے۔ پھر تو خود دیکھ لیگا جہاں جہاں تو اس کا نام لیگا۔ جہاں تو اس کی توحید کو اس کی عظمت وجبروت کو قائم کریگا۔ جہاں جہاں اس کے نور کو تو پھیلائیگا۔ تو ضرور ہے کہ تیرا نام بھی اس کے نام کے ساتھ پھیل جائے اور تیری یاد بھی لوگوں کے دلوں میں جانشین ہو اور سب سے بڑھکر خدا تجھ کو یاد کرے۔ اسی فلاسفی کی طرف یہ آیت اشارہ کرتی ہے اسلام کے اب سرسبز ہونے کے دن شروع ہو گئے ہیں اسلام کا چمن اب چاہتا ہے کہ پھر اسی طرح سے سرسبز ہو جیسا کہ صحابہ کے وقت میں تھا۔ اسلام کے نخلستان میں اسی طرح بلبلوں کے چہچہے۔ قمری کے ترانے۔ کوئل کی کوکو شروع ہونے کو ہے۔ اسلام کا سرسبز ہو جانے کے بعد چاروں طرف خوشی میں آ کر جھوم رہا ہے۔ اگر تو اے احمدی ثواب لینا چاہتا ہے۔ لطف اٹھانا چاہتا ہے حقیقی خوشی اور راحت چاہتا ہے۔ تو اٹھ کھڑا ہو۔ اور حرکت میں اپنے وجود کو لا ورنہ تو بے نصیب رہ جائیگا۔ اور یہ کام اپنے وقت پر ہو ہی کر رہیگا۔ اور تو دیکھتا اور کف افسوس ملتا رہ جائیگا۔ خدا کرے ایسا نہ ہو۔ بلکہ ایسا ہو۔ کہ احمدی تمام باتوں کو پورا کرنے والا ہو۔ آمین۔ احمدی کیلئے دعا فرمادیں۔ کیونکہ جو مخاطب یہاں پر ہے وہ یہ خاکسار ہی ہے۔ دعا کرو۔ دعا کرو کہ لکھنے والا ایسا ہی بن جائے آمین ۔ (رقیمہ صدیق)

ایڈیٹر۔ عمرت دراز باد عزیز

احمدی لڑکیوں کے رشتے ناطے میں دقتیں

ایک طرف تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ حکم کہ غیر احمدیوں کو لڑکیاں نہ دو جس سے غیر احمدیوں سے تعلقات قطع کر دیئے گئے۔ مگر دوسری طرف خود احمدی بھائیوں نے بھی اپنی طرف سے احمدی لڑکیوں کے ساتھ نکاح کرنے کا دروازہ بند کر دیا۔ اور وہ اس طرح پر ہے ۔

(۱) احمدی چونکہ خدا کے فضل سے اور مسیح موعود علیہ السلام کی قوت قدسی اور حضرت خلیفۃ المسیح ۲ کی دعاؤں کی تاثیرات سے نیک چلن۔ صوم وصلوٰۃ کے پابند۔ جہاں کہیں بھی ہوں۔ لوگ ان کی مذہبی پابندی کے قائل۔ اور ان کے دلوں میں ان کی عزتیں بیٹھ جاتی ہیں۔ خواہ لوگ ظاہری طور پر اس کا اظہار نہ کریں۔ اور نہ ہی انہیں شامل ہوں۔ اور مستورات کی خاص عزت اور احترام جو احمدی اپنے امام پاک کے حکم اور سنت نبوی کے ماتحت کرتے ہیں۔ اس کے پڑوسی اور محلے کی عورتیں گواہ ہوتی ہیں۔ چنانچہ ایک دفعہ ایک غیر احمدی نے جو کہ بیوی کو جوتی کی نوک کے برابر بھی نہ سمجھتا تھا کسی احمدی کے حسن سلوک سے جلکر کہا کہ احمدیوں کی عورتیں تو ان کی بہنیں ہیں۔ یعنی جو عزت کہ بہن کو دینی چاہئے وہ عزت یہ اپنی بیوی کی کرتے ہیں چنانچہ اسی قسم کے حسن سلوک کو دیکھکر جہاں کہیں کسی پرہیزگار احمدی کی بیوی فوت ہوتی ہے۔ غیر احمدی جھٹ پٹ اس کو رشتہ دیدیتے ہیں۔ کیونکہ وہ دیکھتے ہیں کہ ایک تو یہ پرہیزگار ہے۔ دوسرے نیک چلن ہے۔ تیسرے صوم وصلوٰۃ کا پابند ہے۔ چوتھے بیوی سے نیک سلوک کرنیوالا ہے۔ اور زیادہ تر یہ لوگ پرہیزگار اور حسن سلوک کو ہی دیکھتے ہیں۔ مذہب اور عقائد سے ان کو چنداں سروکار نہیں ہوتا۔ یہاں پر تحدیث بالنعمت کے طور پر ذکر کر دینا بیجا نہ ہوگا کہ عاجز نے بچپن میں یہ حدیث سنی تھی کہ بیوی خدیجہؓ کی وفات کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی سہیلیوں کو بھی حصہ بھیجا کرتے تھے۔ چنانچہ میری پہلی بیوی زینب بی بی کو فوت ہوئے تین سال سے زیادہ عرصہ ہو چلا ہے اور وہ قادیان میں ایک غریب عورت کے بچے کو جب کبھی جاتی چار آنے کے پیسے دیدیا کرتی چنانچہ بندہ بھی اس کی وفات کے بعد جب قادیان جاتا ہے اس عورت کے بچوں کو چار آنے کے پیسے دیدیا کرتا ہے مرحومہ کی طرف سے۔ نیز میری تیسری بیوی نور فاطمہ جو فوت ہو گئی ہے۔ عاجز جب کبھی قادیان جاتا ہے تو اس کی سہیلیوں کو برابر حصہ بھیجا کرتا ہے۔ چنانچہ مستری سیال اور بیگم صاحبہ پیر مظہر قیوم جو کہ اس کی ہم سبق تھیں اس پر گواہ ہیں۔

(۲) وہ غیر احمدی احمدیوں کو رشتے ناطے دیدیتے ہیں کہ جن کے ہاں کسی احمدی کا اس کے احمدیت قبول کرنے سے پہلے کا نکاح ہوا ہوتا ہے اور پھر اس نے احمدی ہو کر بیوی سے حسن سلوک میں خصوصیت سے ترقی کی ہوتی ہے۔ اور اس کی بیوی اس کے اخلاق فاضلہ سے متاثر ہو کر احمدی ہو گئی ہوتی ہے۔ مگر اس کے سسرال والے بدقسمتی سے غیر احمدی ہی رہتے ہیں۔ چونکہ وہ اپنی لڑکی کے ساتھ اس کا نیک برتاؤ دیکھ چکے ہوتے ہیں۔ اس لئے جہاں اس کی بیوی فوت ہوئی تو بس فوراً اس کے سسرال والے جو کہ غیر احمدی ہیں۔ اسی کی سالی کے ساتھ یا کنبے کی کسی اور لڑکی کے ساتھ اس کا نکاح کر دیتے ہیں ۔

(۳) بعض آدمی اپنے کنبے میں سے اکیلے اکیلے احمدی ہوتے ہیں۔ اور وہ کوشش کرتے ہیں۔ کہ ہماری بہنیں۔ بھانجیاں بھتیجیاں۔ جوکہ دراصل غیر احمدی ہیں۔ اور غیر احمدیوں کی ہی لڑکیاں ہیں۔ اپنے احمدی بھائیوں میں بیاہی جاویں۔ چنانچہ آج کل ایک احمدی بھائی کئی دفعہ ذکر کر چکے ہیں کہ میری چھوٹی بہن سے مجھے بہت محبت ہے۔ اور وہ کنواری ہے۔ والدین ہمارے غیر احمدی ہیں۔ مگر میں چاہتا ہوں کہ اس کا نکاح کسی احمدی بھائی سے ہو جائے اور لڑکی بھی میرے کہنے پر ہے۔ احمدیوں میں سکھی رہے گی اور غیر احمدیوں میں دُکھ اٹھائے گی۔ وغیرہ وغیرہ

(۴) بعض آدمیوں کی شادی جب غیر احمدیوں میں ہو جاتی ہے تو ان کے حسن سلوک کو دیکھ کر وہی غیر احمدی اپنی باقی لڑکیاں بھی احمدیوں میں شادی کر دینے پر رضامند ہو جاتے ہیں۔ اور اس میں وہ اپنے احمدی داماد کی مدد لیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ آپ اپنی چھوٹی سالی کے واسطے کوئی احمدی لڑکا تلاش کرو۔ یا کہ احمدی داماد صاحب خود بخود ہی خواہش ظاہر کرتے ہیں کہ میری سالی کا نکاح کسی احمدی بھائی سے ہو جائے تاکہ ہم دونو ہم زلف احمدی ہوں۔ اور سالی بھی احمدی ہو کر احمدیت کی تعداد میں ایک عدد اور بڑھائے۔ چنانچہ آج کل بھی ایک پرجوش احمدی موزنگ کے رہنے والے اپنی غیر احمدی سالی کے واسطے اپنے غیر احمدی سسرال کی خواہش کے مطابق کسی احمدی لڑکے کی تلاش میں ہیں۔ جسکی بابت انہوں نے عاجز سے کئی بار ذکر کیا ہے ؛

میرا یہ ایمان ہے کہ میرے احمدی بھائیوں کی نیت صاف اور نیک ہوتی ہے۔ اور وہ چاہتے ہیں کہ غیر احمدیوں سے رشتے کر کے اور پھر ان کی لڑکیوں سے اچھا سلوک کرکے سسرال والوں کو اپنے حسن سلوک سے کچھ تبلیغ سے اور کچھ اخلاق فاضلہ سے احمدی بنائیں۔ اور احمدیوں کی تعداد بڑھائیں۔ اور یہی نیت ان احمدیوں کی ہے کہ جو اپنی غیر احمدی بہنوں۔ بھانجیوں۔ بھتیجیوں اور سالیوں کا نکاح احمدی بھائیوں میں کرنا چاہتے ہیں۔ مگر میرے بھولے بھالے نیک نیت دوست صوفی مزاج یہ نہیں سوچتے۔ کہ اس میں کیا کیا نقص ہیں ؛۔

(۱) اوّل وہ احمدی لڑکیاں کہ جنکے والدین نے حضرت مسیح موعود کو قبول کیا۔ غیر احمدیوں سے ماریں کھائیں۔ گالیاں سنیں۔ اب جب جوان ہوئیں۔ تو حضرت صاحب کے حکم کو سر آنکھوں پر رکھ کر غیر احمدیوں سے نکاح کرنے پر موت کو ترجیح دیتی ہیں۔ اور ایسی ہی غیرت ان کے والدین کو ہے۔ ان کے واسطے مناسب بَر اور جوڑ دستیاب نہیں ہوتے ؛

(۲) جو احمدی بھائی ذرا کھاتے پیتے اور متوسط الحال ہیں۔ وہ اکثر احمدیت پھیلانے کے جوش میں اکثر غیر احمدیوں کے ہاں نکاح کر لیتے ہیں۔ اور بعض جو باقی رہ جاتے ہیں ان کو احمدی بھائی اپنی سالیاں۔ بہنیں۔ بھانجیاں اور بھتیجیاں وغیرہ نکاح کر دیتے ہیں۔ حالانکہ یہ سب لڑکیاں خود بھی غیر احمدی ہوتی ہیں۔ اور غیر احمدیوں ہی کی اولاد۔

(۳) اب باقی چھٹ چھٹا کر وہ احمدی رہ جاتے ہیں۔ جو بالکل معمولی حیثیت کے ہوتے ہیں۔ کیا بلحاظ عہدہ وپیشہ۔ اور کیا بلحاظ حسب ونسب ؛

اب ان بیچاروں کو نہ تو غیر احمدی رشتہ دیتے ہیں کیونکہ غیر احمدی مالدار کو دیکھتے ہیں۔ نرے حسن سلوک اور دینداری کے وہ قائل نہیں ہوتے۔ اور نہ ہی احمدی دنیا پسند کرتے ہیں۔ کیونکہ انکی لڑکیاں اچھی تعلیم یافتہ ہوتی ہیں۔ اور جس طرز پر انکے والدین نے ان کو اٹھایا ہوتا ہے۔ اور پرورش کی ہوتی ہے انکی حیثیت یہ نادار قدر رکھتا نہیں ؛

لہٰذا اب بڑی مشکل آکر واقعہ ہوتی ہے۔ اسی طرح کئی ایسے مرد موجود ہیں کہ جن کو بیوی میسر نہیں آتی۔ اور کئی ایسی لڑکیاں موجود ہیں کہ جن کو ان کے حسب حال ور دستیاب نہیں ہوتا۔

پھر سب سے زیادہ دقت میں نے ہندوستانی احمدی بھائیوں میں دیکھی ہے۔ کہ جن کی تعداد بہ نسبت پنجابی احمدیوں کے کم ہے۔ انمیں کئی ایسی لڑکیاں موجود ہیں کہ جنکو ان کے والدین حضرت صاحب کے حکم کے ماتحت غیر احمدی رشتہ داروں کو دینا ہرگز ہرگز پسند نہیں کرتے۔ مگر اپنے احمدی بھائیوں میں ان کے جوڑ کا ور نہیں ملتا۔ اور جو ہیں ان میں سے اکثر غیر احمدیوں میں شادی کر لیتے ہیں۔

چنانچہ ایک ہندوستانی احمدی بھائی کی لڑکی کے واسطے عاجز نے ایک احمدی ہندوستانی لڑکا تلاش کیا۔ اس لڑکے نے سال بھر تک ہاں کئے رکھی۔ آخر وہ جہاں ملازم تھا اسکے اخلاق سے متاثر ہو کر اور اس کا معقول روزگار دیکھ کر ایک غیر احمدی نے اسکو وہیں لڑکی دیدی۔ جہاں کہ وہ ملازم تھا۔ وہ مخلص بھائی سال بھر انتظار کرکے دم بخود رہگیا۔ لڑکی نہایت شریف دہلی کے خاندان کی ہے ایک مخلص بھائی کی لڑکی ہے مگر مناسب ور میسر نہیں آتا ؛

اس درد کا اظہار عاجز نے قادیان میں حضرت خلیفۃ المسیح کی خدمت میں زبانی بھی کیا تھا۔ جس پر حضور نے فرمایا کہ ہمنے سالانہ جلسے پر اسبات پر خاص طور سے زور دیا تھا کہ احمدیوں کو رشتے ناطے احمدیوں میں ہی کرنے چاہیئے

میرے خیال میں اس کا علاج صرف یہی ہے جو کہ حضور پُرنور نے فرمایا ہے۔ ہاں اگر کوئی ایسی خاص صورت پیدا ہو جاوے۔ کہ غیر احمدی کی لڑکی لینی ہی پڑے۔ تو پھر حضرت صاحب کی خدمت میں علیحدہ مفصل بھیجدیا جاوے پھر جو حضور حکم فرماویں۔ اسکی تعمیل کی جاوے ؛

غیر احمدیوں میں نکاح کرنے میں چند ایک اور بھی نقص ہیں۔ اور وہ یہ کہ :۔

اوّل بعض عورتیں احمدیوں کے نکاح میں آکر بھی غیر احمدی ہی رہتی ہیں۔ اور گھر میں اکثر فساد برپا رکھتی ہیں ؛

دوم۔ جب ایسی عورت کا احمدی خاوند قضاءِ کار فوت ہو جاتا ہے۔ تو وہ اپنے بچوں کو ہمراہ لے کر اپنے غیر احمدی والدین کے ہاں چلی جاتی ہے۔ اس کے والدین اس کا غیر احمدی سے نکاح کر دیتے ہیں۔ وہ احمدی باپ کے چھوٹے بچے جن کے نام انکے باپ نے برکت کے واسطے حضرت صاحب سے رکھوائے ہوتے ہیں۔ غیر احمدیوں کے ہاتھ لگ جاتے ہیں۔ اور پھر وہ غیر احمدیوں سے ہی منکر سلسلہ احمدیہ پر تبرہ بازی کرتے ہیں۔ پھر یہ کیسی دکھ کی بات ہے خاص کرکے مجھ ایسی سوچنے والی طبیعت کے واسطے

سوم بعض دفعہ مُلّاں جاہلوں کو اکسا کر فتویٰ دیدیتے ہیں کہ احمدیوں کے نکاح ٹوٹ جاتے ہیں۔ اور احمدی کافر ہیں۔ اسپر غیر احمدی لڑکیوں کے غیر احمدی والدین ان

ملانوں سے ڈر کر اپنی لڑکیاں نکاح کے کئی کئی سال بعد اپنے گھر بٹھا لیتے ہیں۔ اور احمدی داماد کو جواب دے دیتے ہیں۔ کہ تیرا نکاح ٹوٹ گیا ہے یا توبہ کرو۔ چنانچہ کھڑک بتیسی ضلع روہتک میں ایک احمدی میاں معزالدین لوہار کی بیوی کو اس کے والدین نے بٹھا رکھا ہے۔ انکی گود میں ایک بچہ بھی ہے۔ کسی ملاں نے فتوےٰ دیا ہے۔ کہ احمدی سے نکاح نہیں ہو سکتا۔ اگر تم اپنی لڑکی کو بھیجو گے تو زنا کراؤ گے چنانچہ وہ بیچارہ عرصہ سے سرگردان ہے۔ اکیلا احمدی ہے گاؤں کا معاملہ۔ بہر طرفہ یہ کہ بیوی بھی اسپر لعنت بھیجتی ہے غریب آدمی ہے۔ مقدمے کی توفیق نہیں ؛

ایسے واقعات کو سنکر میرا دل کباب ہوتا ہے۔ ہم نے غیر احمدیوں سے بہت سے دُکھ اُٹھائے۔ کافی ہے۔ اب بھی ہماری غیرت جوش میں نہیں آتی۔ کہ ہم ان کے ہاں رشتے نہ کریں۔ میں قصہ گو نہیں۔ میں نے جو کچھ لکھا ہے۔ واقعات کی بناء پر لکھا ہے۔ مجھے خدا نے اس مظلوم فرقہ اناث کے ساتھ ہمدردی کا خاص دل عطا فرمایا ہے۔ میں انکی تکالیف کو اکثر سوچتا رہتا ہوں۔ امید ہے کہ میرے احمدی بھائی اس دردبھری تحریر کو عزت کی نگاہ سے دیکھیں گے اور اسپر اپنے خیالات کا اظہار فرماوینگے۔ اور میرے امتحان کے واسطے دُعا بھی فرماوینگے ؛

عاجز غلام حسین کیسٹل خادم حصار
حال ویٹرنری کالج لاہور

تشحیذ کیطرف خاص توجہ کی ضرورت ہے

احباب جماعت احمدیہ کو خوب معلوم ہے۔ کہ رسالہ تشحیذ الاذہان حضرۃ خلیفۃ ثانی مسیح موعودؑ کے مبارک ہاتھوں سے جاری ہوا ہے۔ اور اب تک اسلام کی تائید اور غیر مذاہب کی تردید میں کافی حصہ رہا ہے مقررہ حجم سے بڑھ کر ٹھیک وقت پر نکالا جا رہا ہے۔ اکثر اوقات اس کا ایک ایک مضمون ایک مکمل و مستقل تصنیف کی حیثیت رکھتا ہے موجودہ اندرونی اختلاف میں بھی اسکے بعض مضامین دوبارہ چھاپنے کی فرمائش ہوئی ہے۔ باوجود اس کے حیران ہوں کہ اس کے خریدار اتنے نہیں کہ ان کا چندہ رسالہ کے خرچ کو برداشت کر سکے میں امید کرتا ہوں کہ احباب پوری توجہ سے کام لے کر اپنے اپنے ذمے کے چندے ادا فرمائینگے۔ اور خریدار بڑھانے کی طرف بھی توجہ کرینگے۔ ورنہ ایکی لاپرواہی کا اگر یہی حال رہا تو اس کا نتیجہ نہایت خوش آیند ؟ (مینجر تشحیذ الاذہان قادیان)

غیر احمدیوں کا جنازہ

نوشتہ جناب مفتی محمد صادق صاحب فاضل السنۂ کلدانی و عبرانی۔ ممبر ایشیاٹک رائل سوسائٹی آف انگلینڈ

میرے قدیمی دوستوں نے اپنے آرگن پیغام صلح میں مجھے الفاظ بے حیا۔ اس کا مذہب پیسہ ہے۔ برعکس نہند نام زنگی کافور کا مصداق۔ رنگوں کے مفتی وغیرہ وغیرہ سے یاد فرمایا ہے۔ اور یہ سب اس واسطے ہے کہ میں غیر احمدیوں کا جنازہ پڑھنے میں ان کے ساتھ کیوں شامل نہیں ہوتا۔ اور اس مسئلہ میں کیوں ان کا ہم عقیدہ نہیں بنتا۔ میں ان گالیوں کا جواب گالیوں سے نہیں دینا چاہتا۔ جسکے کئی ایک وجوہات ہیں۔ منجملہ ان کے ایک یہ ہے کہ ممکن ہے کہ ان گالیوں کو کسی غیر نے اخبار میں درج کر دیا ہو۔ اور اخبار کے اصل ذمہ وار مضامین نویس اور ایڈیٹران کو اسکی خبر بھی نہ ہو۔ کیونکہ حضرت خلیفۃ المسیح اول جو غیر احمدیوں کا جنازہ کسی صورت میں جائز قرار نہ دیتے تھے۔ اور اسکی سخت مخالفت کرتے تھے اور کوئی یہ سوال بھی کرتا تھا۔ کہ ہم احمدی امام کے ساتھ غیر احمدی کا جنازہ پڑھ لیں۔ تو بہت ناراض ہوتے تھے ان کے عہد مبارک میں بھی کئی دفعہ ایسا ہوا۔ کہ پیغام صلح میں کسی نے انکی مرضی کے خلاف مضمون چھاپ دیا اور وہ ناراض ہوئے۔ تو اراکین پیغام صلح ڈاکٹرین وغیرہ بھاگے بھاگے آئے کہ ہم نے یہ مضمون نہیں لکھا ہمیں تو خبر بھی نہیں ہوئی اور چھپ گیا۔ ایسا ایک دفعہ نہیں کئی دفعہ ہوا۔ یہاں تک کہ اس بزرگ نے جسکو انکی وفات کے بعد اراکین اخبار پیغام مہدی موعود مانتے تھے یا شاید اب بھی مانتے ہیں۔ اور اسکی زندگی کو مسیح موعود کی زندگی کا بقیہ تسلیم کرتے ہیں۔ پیغام کو ہمیشہ کیواسطے بند کر دیا۔ اور اسی پر اس مہدی رحمۃ اللہ علیہ کا خاتمہ بالخیر ہوا۔ کہ پیغام کا مُونہہ نہ دیکھے۔ اور اسی عقیدہ پر اس نے آخری ایام پورے کئے کہ غیر احمدی کا جنازہ جائز نہیں۔ اور یہی عقیدہ ہے کہ وہ اللہ کے حضور میں گیا۔ کہ خلیفہ خدا بناتا ہے۔ نورالدین کو خدا نے خلیفہ بنایا۔ قرآن شریف میں جہاں اسمہ احمدؐ ہے۔ اس سے مراد حضرت مسیح موعود مرزا صاحب ہیں۔ اور اسکے بعد جو نور کا لفظ ہے۔ اس میں اشارہ خلافت نورالدین کی طرف ہے۔ اور میرے بعد بھی خدا خلیفہ بنائیگا۔ اور یہی عقیدہ اس نے ساری عمر ظاہر فرمایا۔ کہ خلیفہ مطاع ہے۔ صدر انجمن اس کی مطیع ہے۔ غرض پیغام کی کچھ قسمت ہی ایسی ہے کہ وہ روز اول سے خلفائے وقت کا دشمن ہے۔ خواہ وہ ابوبکر ہو۔ یا عمر ہو۔ اور اہلبیت کا معاند ہے۔ خواہ وہ خدیجہ ہو یا علی ہو۔ اور ایسا ہی اسکی قسمت میں یہ بھی شروع سے چلا آتا ہے کہ کوئی شخص مجہول الحال اور غیر ذمہ وار اس میں مضامین لکھ جایا کرتا ہے۔ اور اصل مضامین نویس اور اراکین کو خبر بھی نہیں ہوتی۔ بس میں کیوں اپنے قدیمی دوستوں پر بدظنی کروں۔ ممکن ہے کہ اب بھی کسی خبیث نے یہ الفاظ لکھ دئے ہوں۔ اور ان بیچاروں کو خبر بھی نہ ہو۔ اور خبر بھی ہو گئی ہو۔ تب بھی سب یکساں نہیں۔ مثلاً شیخ رحمت اللہ صاحب تو ان سے دور اور الگ ہی رہتے ہیں۔ خواجہ صاحب کو بھی ولایتی کاموں سے اتنی فرصت کہاں کہ ایسی باتوں کی طرف توجہ کریں۔ ایسا ہی مولوی محمد علی صاحب بیچارے بھی مجبور ہیں۔ کیونکہ جیسی انہوں نے حضرت مسیح موعود کی نبوت برائے نام اور نا واجب الاطاعت اب ماننی شروع کی ہے۔ ایسی ہی ان کو امیری بھی برائے نام اور نا واجب الاطاعت ان کے ساتھیوں نے بخشش کی ہے۔ وہ فرمایا کرتے ہیں۔ کہ میں پیغام کے اس رویہ کو پسند نہیں کرتا۔ مگر میرا کوئی مرید نہیں جو میرا کہنا مان لے۔ جب وہ خود ہی نالاں ہیں۔ تو ان کا کیا قصور۔ اور اگر بالفرض تمام اراکین نے ملکر یہ گالیاں دی ہیں۔ تب بے شک میں ناخوش ہوں اور سخت ناراض ہوں۔ اور یہ ناراضگی بھی انہیں قدیم دوستوں کی خیر خواہی کے واسطے ہے کیونکہ باوجود ان کی ان کارروائیوں کے میں ان کے حال سے نا امید نہیں۔ ان کے خاتمہ بالخیر کے واسطے ہی دعا کرتا ہوں۔ اور میں چاہتا ہوں کہ اگر وہ مرنے کے بعد حضرت مسیح موعودؑ کے سامنے پیش ہوں۔ تو ان کے پاس

اپنی کرتوتوں کے لئے کچھ عذر بھی ہو - لیکن موجودہ حالت میں ان کے پاس عذر نہیں - انہوں نے حضرت مسیح موعود کے لخت جگر کو جو گالیاں دیں وہ بہت زیادہ ہیں - اور مجھ اور دوسروں کو جو دیں وہ بہت تھوڑی ہیں - پس میں چاہتا ہوں کہ وہ مجھے اتنی گالیاں دیں جو ان گالیوں سے بڑھ جائیں - یہاں تک کہ وہ حضرت مرحوم کے سامنے عذر کر سکیں - کہ ہم نے تو آپ کے بیٹے کو نسبتاً تھوڑی سی گالیاں دی ہیں - حضور خود ملاحظہ فرمالیں کہ ہم نے مفتی کو اور دوسرے لوگوں کو بہت بہت زیادہ گالیاں دی ہیں - اس وقت مجھے بھی سفارشاً یہ گواہی دینے کا حق حاصل ہو جائے - کہ بے شک حضور اس وقت یہ سچ بول رہے ہیں - میں تو معاف کرتا ہوں - اور حضور خود رحیم کریم ہیں

غرض گالیوں کا جواب دینے کی تو ضرورت نہیں - البتہ جنازہ کے متعلق میں سردست حضرت مسیح موعود کا ایک فرمان درج کرتا ہوں - جو الحکم ۱۹۰۲ء مورخہ ۱۷ جنوری کی ڈائری سے لے کر کتاب حقیقت نماز صـ۱۲ میں مندرج ہے :-

مکذب کا جنازہ

"حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حضور ماسٹر ہدایت اللہ جہلمی کا سوال پیش ہوا - کہ "مکذب کا جنازہ مکذب امام کے پیچھے پڑھ لینا جائز ہے یا نہیں ؟ اس سوال کا جواب الحکم مورخہ ۱۷ جنوری ۱۹۰۲ء کے صفحہ ۱۵ پر شائع کیا گیا - جسکو بجنسہٖ یہاں درج کیا جاتا ہے - اور اس سے مخالفوں کے جنازہ کے مختلف پہلو حل ہو جاتے ہیں - نماز جنازہ حقیقت میں ایک دعا ہے جو کیجاتی ہے لیکن جو شخص بالجہر مکذب ہے - اور گالیاں دیتا اور تکفیر کرتا ہے - پھر مومن کی غیرت کیونکر تقاضا کر سکتی ہے - کہ وہ اس کے پاس جاوے - اور اگر نہیں تو کم از کم یہ ایک فعل لغو ہو گا - حالانکہ مومن کی شان ہے والذین هم عن اللغو معرضون - جس حال میں کہ مکذب ہماری دعاؤں کو بے سود سمجھتے ہیں - پھر کیا ضرورت ہے - کہ ان کے جنازوں میں ہم شریک ہوں - اور اس کا امتحان کہ وہ ہماری دعاؤں کو مفید نہیں سمجھتے یوں ہو سکتا ہے - کہ اگر ان سے کہا جائے - کہ آؤ ہم جنازہ کی نماز پڑھا دیتے ہیں - تو وہ کبھی نہ مانیں - پھر جس حال میں انکی طرف سے یہ تشدد ہے - تو ہمیں کیا ضرورت ہے - جو خواہ مخواہ ان کے ساتھ شریک ہوں - ہاں اگر میت مجہول الاحوال ہو - اور جہری دشمن نہ ہو اس نے کبھی علانیہ تکفیر اور تکذیب نہ کی ہو - تو کچھ ڈر نہیں - اس کا جنازہ اگر پڑھ لیا جاوے - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک منافق کا جنازہ پڑھا ہے - مگر وہ آپ ہی کے لشکر میں ملا جلا تھا - جہری مکذب نہ تھا - اس سے پایا جاتا ہے - کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ اسی حد تک ہے - جب تک کچھ تصدیق کی بو ہو - جہری مکذب نہ ہو - ورنہ یہ کہیں ثابت نہیں کہ ابو جہل کا جنازہ آپ نے پڑھا ہو یا ابو طالب کا ہی پڑھا ہو -

صریح مکذب اور جہری مخالف اگر اسی پر مرے - تو ان کے تعلقات کی کیا پرواہ ہو - جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ود دالو تدھن سے گذارہ نہیں کیا - ہم بھی نہیں کر سکتے - چند روزہ دنیا کے لئے ہم دین نہیں چھوڑ سکتے ۔

جو غفلت کی زندگی بسر کرتے ہیں وہ اور ہیں مگر جو کافر کہتے ہیں - اور تکذیب میں غلو کیا - اور نشانہ بنگئے ان کا جنازہ پڑھنا یا ان کے ساتھ ملکر پڑھنا صریح مخالفت کرنا ہے ۔

(نوٹ) یہ یاد رہے کہ مجہول الاحوال اشخاص کا جنازہ بھی خواہ امام ہو کر پڑھ لیا جائے - تو ہرج نہیں - ورنہ مکذب یا مخالف امام کا اقتداء کسی صورت میں جائز نہیں"

اس سے ظاہر ہے کہ جب حضرت مسیح موعودؑ نے اجازت دی - تب بھی ایسے منافقوں کے واسطے جو احمدیت کی طرف مائل ہوں - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک جنازہ پڑھ لینے سے استدلال کیا گیا ہے - اور یہ اجازت بھی بہت پرانی ۱۹۰۲ء کی ہے - اس کے بعد حضرت مسیح موعودؑ نے صاف حکم دیا کہ غیر احمدیوں کے ساتھ ہمارے کوئی تعلقات انکی غمی اور شادی کے معاملات میں نہ ہوں - جب کہ ان کے غم میں ہم نے شامل ہی نہیں ہونا تو پھر جنازہ کیسا ؟ - باقی رہا پیغام کا یہ مطالبہ کہ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو تو حکم تھا کہ لا تصل علی احد منهم - پھر کیونکر ممکن تھا - کہ وہ جنازہ پڑھتے - سو چاہیئے کہ یہ آیت بھی دراصل منافقوں کے متعلق ہے - اور جس منافق کا جنازہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے پڑھا - وہ اس سے پہلے کی بات ہے - کہ آیت نازل ہوئی ہو - یہ ٹھوکر بھی پیغامی بھائیوں کو اسی وجہ سے لگ رہی ہے کہ وہ خلافت سے بغاوت کے لئے عذر تراشنے کے واسطے انبیاء کے مقام و مراتب کے تدریجی اظہار کے فلسفہ سے انکار کر رہے ہیں ایک گناہ دوسرا گناہ سامنے لا رہا ہے - اور وہ تیسرا گناہ اسطرح حجاب بڑھتا چلا جا رہا ہے - ہم سے بھاگتے بھاگتے غیر احمدیوں کی بغلوں میں جا گھسے ہیں - کچھ وہی اپنے خیالوں میں پکے ہیں جو اپنے ساتھ شامل نہیں کر لیتے - جب تک صاف لفظوں میں مسیح موعود کا انکار نہ کرالیں - ہاں روپیہ پیسے امداد کر رہے ہیں - تاکہ غمخواری ہی کچھ اثر کرے - کیا خود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ۱۹۰۱ء میں نماز جمعہ مسجد چینیوں میں نہیں پڑھی تھی - جب کہ دعوے پر دو سال یا زیادہ گذر چکے تھے - بعد میں خدا تعالیٰ کی وحی نے اس سے روک دیا - ایسا ہی جنازے بھی پڑھے جاتے تھے - مگر بعد میں قطع تعلق ہی کا حکم ہو گیا - اور منافق تو بڑا کافر ہوتا ہے - کیونکہ وہ صرف کافر نہیں - بلکہ ساتھ ہی اپنے کفر کو چھپاتا ہے - اسی واسطے فرمایا - ان المنافقين فی الدرك الاسفل من النار -

ہاں میں یہ مانتا ہوں کہ بعض کمزور طبع لوگوں نے اس پر عمل کیا ہو - باوجود حضرت مسیح موعود کی خدمت میں رہنے کے اس حکم کے مطلب کو نہ سمجھا ہو - جیسا کہ جناب خواجہ کمال الدین صاحب نے حضرت مسیح موعود کی وفات کے بعد بھی اپنے ایک غیر احمدی دوست کے غیر احمدی باپ کا جنازہ بعد ہا غیر احمدیوں کے ساتھ ملکر ان کے غیر احمدی امام کے پیچھے پڑھ لیا تھا - لیکن یہ ایک شخصی کمزوری ہے - اس سے کوئی قانون نہیں بن سکتا ۔

اطلاع - الفضل کا سال ختم ہونیوالا ہے احباب آئندہ سال کے لئے وی پی وصول کرنیکے لئے تیار رہیں - (مینیجر)

منارۃ المسیح

الحمد للہ کہ جو تحریک خاکسار نے بایما حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ ۲۶ فروری ۱۹۱۶ء کے الفضل میں شائع کی تھی۔ احباب نے اس پر بہت اخلاص اور ایثار سے چندہ بھجوایا جزاہم اللہ احسن الجزاء۔ مینار کی سفیدی سنگ مرمری ہو رہی ہے۔ ابھی تین چوتھائی باقی ہے۔ اور گھڑی لالٹین اور بجلی کا سامان اور نام احباب کے اس پر کندہ ہونے باقی ہیں۔ جن پر بہت خرچ ہو گا۔ امید ہے کہ احباب مینار کا چندہ بھجواتے رہینگے۔ تاکہ یہ کام مکمل ہو جائے انشاء اللہ تعالیٰ بحولہ و قوتہ۔

۲۶ فروری ۱۹۱۶ء کے بعد جن احباب نے ایک سو روپے چندہ دیا ہے۔ یا بااقساط دے رہے ہیں۔ ان کے نام درج ذیل ہیں:۔

۲۶ فروری ۱۹۱۶ء کے بعد منارہ پر کندہ ہونیوالے ناموں کی فہرست

(۱) ماسٹر قمر الدین صاحب پنشنر ہیڈ ماسٹر اسلامیہ ہائی سکول لودھیانہ
(۲) میاں مہر الدین ولد غلام حسن ساکن کوہیاں۔ ذات منہاس۔ ضلع گورداسپور ؁
(۳) مستری علی بخش صاحب فرید کوٹ ؁
(۴) اُم الاسلم اہلیہ ڈاکٹر فضل الدین صاحب ڈسپنسری اسسٹنٹ بوشہر۔ ایران ؁
(۵) منشی غلام نبی صاحب مدرس رام پور۔ بلاون۔ تحصیل گڑھ شنکر۔ ضلع ہوشیار پور ؁
(۶) والدہ صاحبہ جناب منشی فرزند علی صاحب ہیڈ کلرک قلعہ میگزین۔ فیروزپور ؁
(۷) بابو عبد الرحیم صاحب فیلڈ سروس پوسٹماسٹر بصرہ
(۸) ڈاکٹر سید محمد حسین صاحب سب اسسٹنٹ سرجن بوشہر ایران ؁
(۹) بابو عالمگیر خان صاحب سب اوورسیر اسماعیلیہ ضلع پشاور
(۱۰) ڈاکٹر عبد الکریم صاحب معرفت بابو سراج الدین صاحب نیروبی۔ ایسٹ افریقہ۔
(۱۱) صوفی محمد یعقوب خان صاحب ساکن کڑی افغانان ضلع گورداسپور ؁

المشتہر۔ خلیفہ رشید الدین قادیان دارالامان

ایک شیعہ کی چٹھی

مرزا زین العباد صاحب نے کچھ جلے دل کے پھپھولے پھوڑے ہیں چونکہ اپنا رسالہ نہ بکنے کی وجہ سے سخت جھنجلا رہے ہیں اسلئے میں یہ چٹھی چھاپ دیتا ہوں کہ شاید کسی شیعہ کو غیرت آجائے۔ اور ان کا مقصود حاصل ہو اس میں ہمارا ہی فائدہ ہے۔ کیونکہ شیعہ کے کمزور دلائل اور مذبوحی حرکات احمدیہ لٹریچر کو اور بھی چمکاتے ہیں۔ (ایڈیٹر)

جناب مخدوم مکرم بندہ قاضی صاحب زاد عنایتہ تسلیم عرض ہے۔ میں جناب کا مشکور ہوا کہ جناب نے تشحیذ الاذہان بابت ماہ جون میرے دیکھنے کو روانہ فرمایا۔ میں ان اعلیٰ خیالات کی جو اس نمبر میں ظاہر کئے گئے تعریف کرتا ہوں۔ میرا مدت سے یہ خیال مستحکم ہو گیا ہے کہ ایک وقت دنیا میں وہ آنیوالا ہے کہ جسطرف نگاہ جاویگی جناب کا فرقہ ہی نظر آئیگا۔ اور اسکو میں زیادہ تر وجوہ کے ساتھ ثابت کرنیکو تیار ہوں۔

ایک وجہ یہ ہے کہ جناب کے فرقہ میں علم دوست بہت ہیں۔ جو دوسرے فرقہائے اسلام میں نہیں پائے جاتے۔ اور یہی وجہ ہے اعلیٰ ترقی کی۔ میں اپنے فرقہ شیعہ کی کم ہمتی کا اگر جناب کے سامنے دکھ روؤں تو ضرور جناب کے آنسو نکل پڑینگے۔ میں مدت سے جناب کے فرقہ کے سوالات کا جواب دے رہا ہوں مگر جس مصیبت میں گرفتار ہوں میرا خدا ہی خوب جانتا ہے۔ جسقدر مصرف طبع ہوتا ہے مجھ کو فی روپیہ ۲ر بھی قوم سے وصول نہیں ہوتے پھر میں کس ہمت پر مقابلہ کروں۔ احمق نہیں ہوں دیوانہ نہیں ہوں کہ قرضہ کا بار اپنے سر پر اٹھاؤں۔ قصہ مختصر کہ شیعہ فرقہ بالکل اسطرف متوجہ نہیں کہ جناب کے اعتراضات کو انکے اوپر سے ہٹا دے۔ میرا پختہ خیال ہے کہ جناب کے فرقہ کے اعتراضات اگرچہ قوی نہیں مگر اس قدر کثیر التعداد ہوتے ہیں کہ جن کا نتیجہ وزن دار ہو جاتا ہے۔ جناب خیال فرما دیں کہ اس وزن دار شے کو میں تنہا یا معزز ایڈیٹر صاحب اصلاح کیسے توڑ سکتے ہیں۔ مثل مشہور ہے۔ اکیلا چنا پہاڑ نہیں توڑ سکتا۔ قوم کی بیقدری نے ہم دونوں کو مجبور کر رکھا ہے۔ مئی سنہ حال میں الجواہر مسٹر خادم مبدائی صاحب کے اعتراض کے جواب میں سید ذاکر حسین صاحب نے مقام مراد آباد سے شائع کیا ہے۔ میں جناب ہی کی منصفانہ طبیعت پر اس امر کو چھوڑتا ہوں۔ کہ کیا الجواہر ایسی کتاب ہے کہ شیعہ فرقہ اس کی قدر نہ کرے۔ اور مئی اور جون میں اسکی صرف پندرہ کاپیاں فروخت ہوں۔ شیعہ فرقہ میں امراء بکثرت ہیں۔ والیٔ ملک حضور پُرنور نواب صاحب بہادر والئے رام پور بالقابہ موجود ہیں۔ جن کے دربار میں پانچ سو اور تین سو روپیہ ماہوار تک کے شیعہ عالم اور متکلم ملازم ہیں ؁

مگر ہر شخص اپنا نفع چاہتا ہے۔ کسی کو کیا غرض جو حضور پُرنور کو مطلع کرے۔ کہ فرقہ مرزائی کے متکلم مثل شیر ببر کے یا اژدھے[1] کے شیعوں کی طرف حملہ آور ہو رہے ہیں۔ ان کے حملوں سے مذہب کو پناہ میں رکھنے کی سخت ضرورت ہے۔ اور تصنیفات فرقہ مرزائی صاحبان تو درکنار ان دشنام کا ہی جواب شائع کرا دیا جائے۔ جو تشحیذ الاذہان جون ۱۹۱۶ء میں ہوئے ہیں ؁

میں جناب سے صحیح طور پر عرض کرتا ہوں کہ میں ضرور ان کا جواب لکھتا۔ مگر میں کیا کروں۔ ابھی میرے وہ ہی جوابات بوجہ میری کم مائگی کے طبع نہیں ہو سکتے۔ جو مسٹر خادم بھیروی کے سوالات کے جواب میں ہیں۔ نیز فرقہ مرزائی صاحبان کی وہ تیز تلوار کہ جس کا نام خلافت راشدہ ہے اس کا جواب میرے پاس تیار ہے مگر وہ بھی طبع نہیں ہو سکا ہے پھر میں کس بھروسہ پر ان دشنام کا جواب دوں۔ بالآخر مجبوراً میں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ جناب کے مقابلہ پر فرقہ شیعہ کا خدا حافظ ہے۔ میرے خط کو طول ہو گیا ہے۔ جس کے پڑھنے میں جناب کا بیش قیمت وقت صرف ہو گا۔ میں اسکی معافی چاہتا ہوں ؁

نیز میں بڑی خوشی سے جناب کو اجازت دیتا ہوں کہ اگر آپ پسند فرما دیں تو میرے اس عریضہ کو شائع فرما دیں ؁

والسلام۔ بندہ حقیر
مرزا زین العباد۔ شیعہ از مالیر کوٹلہ

[1] دشنام کہ در مذہب طاعت باشد۔ (ایڈیٹر)